زبدۃ المقال فی رؤیۃ الھلال

مؤلف

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

مترجم

محمد شریف ہزاروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ خير خلقه وخاتم الانبياء

سيدنا ومولانا محمد واله واصحابه اجمعين

تمہید

سالہا سال سے دیکھا جا رہا ہے کہ عید ورمضان میں عامۃ المسلمین میں شدید اختلاف ہوتا ہے- ایک ہی شہر میں بعض روزے سے ہوتے ہیں اور بعض عید مناتے ہیں- پھر اس پر بس نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک اپنے مخالف فریق پر طعن وتشنیع کرنے میں پوری ہمت صرف کرتا ہے- سب سے زیادہ اختلاف کا موجب ریڈیو پر نشر شدہ خبریں ہوتی ہیں- ریڈیو کے ذریعہ جب کسی شہر میں خبر پہنچتی ہے تو بعض حضرات بغیر تحقیق کے اس پر عمل کرنے لگتے ہیں اور بعض اس کی شرعی خامیوں کو دیکھ کر مجتنب رہتے ہیں- اس شدید انتشار کے پیش نظر مدرسہ عربیہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر کے مدیر محترم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے اس خالص علمی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے قدم اٹھایا اور اطراف پاک وہند میں اس بارہ میں سوالات بھیجے- جوابات آنے پر چونکہ بعض میں اختلاف پایا جاتا تھا- اس کو رفع کرنے کے لیے ۱۶ ستمبر ۵۴ء کو مدرسہ قاسم العلوم ہی میں مفتیان پاکستان کا ایک اجتماع کرایا- دو دن مکمل بحث کے بعد جو فیصلہ ہوا اس کو ہندوستان کے مشہور مدارس میں نیز پاکستان کے ان علماء کی خدمت میں جو اجتماع میں بوجہ اعذار کے تشریف نہ لا سکے تھے بذریعہ ڈاک روانہ کر دیا- سب کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اب اس کو مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے-

نیز حکومت سے بھی گزارش ہے کہ وہ متدین علماء دین کی جماعت کے فیصلہ کے بعد اس کو نافذ کرنے کے لیے بذریعہ ریڈیو اعلان کرے اور محکمہ اطلاعات کو پابند کرے کہ وہ رویت کے بارے میں بغیر رویت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے کوئی خبر نشر نہ کرے- تا کہ عامۃ المسلمین کے فریضہ میں کوئی نقصان نہ آئے- (نوٹ: حکومت سے اس بارے میں گفتگو کی جا رہی ہے)

حامداً و مصلیاً

نوٹ: رویت ہلال کے مسئلہ پر حضرت مفتی محمودؒ نے امت کی جو رہنمائی فرمائی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ زیرِ نظر رسالہ (زبدۃ المقال فی رویت ہلال) بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس نایاب علمی ذخیرہ کو اردو ترجمہ کے ساتھ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ہر سطح کے لوگ استفادہ کر سکیں۔

اجتماع علماء منعقدہ ملتان مورخہ ۱۶ ستمبر ۵۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی دعوت پر مسائل پیش آمدہ رویت ہلال پر غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد جو متفقہ مسائل طے ہوئے وہ بغیر اعادہ سوالات کے حسب ذیل ہیں۔ اس میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ متون معروفہ و مشہورہ کی مفتی بہ روایات کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور اختلاف و خود رائی کی جو وبا عام پھیلی ہوئی ہے اس کا انسداد ہو سکے۔ ان جوابات اور طے شدہ مسائل کی ایک ایک کاپی تمام اطراف و اکناف کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی جائے گی اور اتفاق و تصدیق کے بعد جو بات حکومت سے متعلق ہے۔ اس کی منظوری کی استدعا حکومت سے کی جائے گی۔ و باللہ التوفیق

۱۔ ہلال رمضان بحالت علت خبر واحد سے خواہ وہ عادل ہو یا مستور الحال ہو ثابت ہو سکتا ہے۔ اس میں شہادت شرط نہیں۔ البتہ ہلال عیدین میں شہادت بشرائطہا ہونا ضروری ہے۔ یعنی کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ایسی ہوں جو دیندار ہوں اور اشہد سے حاکم یا جماعت مجاز کے سامنے باقاعدہ شہادت ادا کریں۔ بحالت دونوں ہلال میں جم غفیر کے ایسے اخبار جو موجب ظن غالب ہوں ضروری ہوں گے اور ان کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر ہلال رمضان میں بستی سے باہر آئے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا بستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی، اطمینان حاصل ہو جائے تو اس پر حکم دیا جا سکتا۔

۲۔ ریڈیو، ٹیلیفون، تار، برقی خط اور اخبار میں یہ فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں۔ البتہ خط بشرط معرفۃ الکاتب و عدالتہ اور ریڈیو و ٹیلیفون بشرط معرفۃ صاحب الصوت و عدالتہ درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے۔ شہادت میں نہیں ہوں گے۔

(۱۸ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ)

۳- مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء مجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا-

۴- ہلال صوم یا ہلال فطر دونوں میں دیہات وسائیق کے لوگوں کو جہاں علماء یا قضاۃ نہیں ہیں صرف افواہوں پر اعتماد کر کے روزہ اور عید جائز نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ عادل اور ثقہ ذمہ داری کے ساتھ یہ بیان دے کہ فلاں جگہ میں نے علماء کا فیصلہ سنا ہے یا وہاں متفقہ طور پر عید ہوئی اور میں خود پڑھ کر آیا ہوں یا میں نے مشاہدہ کیا ہے یا میں نے منادی سنی ہے اور اس کے ایسے بیان پر اہل قریہ کو غلبۂ ظن بھی حاصل ہو اس پر عمل کرنا درست ہوگا-

۵- رویت ہلال میں جہاں جہاں استفاضہ کا لفظ آیا ہے اس میں بھی بے سروپا افواہوں یا مبہم اور غیر معروف لوگوں کے خطوط کا اعتبار نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت یا اس کے نائب مجاز (یعنی جماعت علماء یا عالم ثقہ) کے پاس متعدد خبر دینے والے خبر رویت ہلال کو بالشرائط المرقومہ فی الجواب السابق بیان کریں اور اس سے مخبر الیہ کو طمانیت قلب اور غلبۂ ظن حاصل ہو جائے تو اس صورت میں یہ طریقہ موجب عمل قرار دیا جائے گا- اس کے علاوہ استفاضہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ حاکم یا نائب یا عالم ثقہ فی القریہ کے پاس متعدد خطوط یا ٹیلیفون یا تار توسط یا بغیر توسط کے ایسے اور اتنے آجائیں کہ اس کی طمانیت قلب ہو سکے-

۶- اگر ہلال رمضان میں خبر واحد عادل یا خط وغیرہ پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم دے دیا گیا اور تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد بھی رویت ہلال نہ ہوئی تو بحالت صحو عید کرنی جائز نہیں اور بحالت علت عید کرنی جائز ہے-

۷- اگر کسی جگہ حاکم وقت یا اس کے نائب نے (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ) رویت ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبہ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دے دیا تو نتیجتاً وہ سب کے لیے قابل تسلیم سمجھا جائے گا- لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا-

۸- اختلاف مطالع صوم وفطر میں بشرطیکہ دوسری جگہ ثبوت رویت بطریق موجب ہو معتبر نہیں ہوگا

۱- محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲- محمد شفیع غفرلہ مہتمم قاسم العلوم ملتان
۳- محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان- مورخہ ۱۸ محرم ۱۳۷۷ھ
۴- خیر محمد عفا اللہ عنہ، خیر المدارس، ملتان
۵- محمد صادق عفا اللہ عنہ ناظم امور مذہبیہ بہاولپور
۶- محمد ناظم ندوی شیخ الجامعۃ العباسیہ بہاولپور
۷- محمود الحسن عفی عنہ خطیب جامع مسجد مظفر گڑھ
۸- عبدالرحمٰن عفی عنہ، مفتی دارالافتاء محکمہ امور مذہبیہ، بہاولپور
۹- محمد چراغ عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ
۱۰- احمد عفی عنہ صدر مدرس جامعہ دینیہ دارالہدیٰ ٹھیڑی ریاست خیر پور میرس سندھ
۱۱- جواب ہذا میں مجھے ابھی تک شرح صدر نہیں تحقیق کروں گا باقی نمبرات میں متفق ہوں-
۱۲- محمد برکت کشمیری مدرس خیر المدارس ملتان شہر
۱۳- جمال الدین غفرلہ، مردانی
۱۴- بشرح صدر مولانا عطا محمد صاحب نمبر۲ و نمبر۳ میں خلجان ہے باقی سے متفق ہوں- فقیر محمد شمس الدین ہزاروی
۱۵- الاجوبۃ صحیحۃ عندی واللہ تعالیٰ اعلم ظفر احمد عثمانی تھانوی عفا اللہ عنہ ۲۳ رجب ۱۳۷۷ھ
۱۶- محمد امیر بقلم خود غفرلہ جھوگ ونیس.
۱۷- علی محمد عفے عنہ (مدرس قاسم العلوم ملتان)
۱۸- احقر الانام احمد علی عفی عنہ (لاہور)
۱۹- عبدالحق عفی عنہ (مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)
۲۰- محمد یوسف عفی عنہ (مفتی مدرسہ حقانیہ اکوڑہ خٹک سرحد)
۲۱- مجھے جوابات بالا سے اتفاق ہے- محمد اشفاق الرحمٰن مفتی دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۲۲- سعید احمد غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور
۲۳- مظفر حسین مظاہری معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور
۲۴- محمد عجب نور غفرلہ (مہتمم و شیخ الحدیث معراج العلوم بنوں)
۲۵- محمد سیاح الدین کا کاخیل مفتی مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور
۲۶- سعید احمد مفتی سراج العلوم سرگودہا

۲۷- صالح محمد مدرس سراج العلوم سرگودھا ۲۸- محمد عفا اللہ عنہ انور مدرسہ تعلیم الاسلام لائل پور

۲۹- عبدالسمیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سراج العلوم سرگودھا ۳۰- مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

۳۱- سعید احمد سعید دارالعلوم دیوبند ۳۲- عزیز الرحمٰن بجنوری' دارالعلوم دیوبند

محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) نے باقی جوابات سے اتفاق فرمایا ہے- صرف اختلاف مطالع کے عدم اعتبار میں خلجان کا اظہار کیا ہے- اس لیے ریڈیو کے اعلان سے متعلق جواب نمبر۳ میں وہ الفاظ تحریر فرمائے جو نمبر۳ کے حاشیہ پر درج ہیں- نیز شہادت فاسق کے بارے میں ذیل کی تحریر ارسال فرمائی جو بلفظہ درج ہے-

فیصلہ نمبر ۸ میں یہ الفاظ کہ (لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے) محل تامل ہے- کیوں کہ جب شرعاً غلبہ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے فی نفسہ بھی محل نظر ہے اور موجودہ زمانے کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید نا قابل عمل ہو جائے کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہو جائے- کیونکہ معاملات کے لیے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا- ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لیے غلبہ ظن بصدق مخبر ضروری ہے- جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی- ورنہ قبول کرنا چاہیے تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں- معین الحکام باب الثانی والعشرین میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کر کے اس کو ترجیح دی ہے-

﴿مسئلہ﴾

قال القرافی فی باب السیاسة نص بعض العلماء علی انا اذا لم نجد فی جهته الا غیر العدول اقمنا اصلحهم واقلهم فجورا للشهادة علیهم ویلزم ذلک فی القضاة وغیرهم لئلا تضیع المصالح قال وما اظن احداً یخالف فی هذا فان التکلیف شرط فی الامکان هذا کله' مضرورة لئلا تهدر الاموال و تضیع الحقوق- قال بعضهم واذا کان الناس فساقاً الا القلیل النادر قبلت شهادة بعضهم علی بعض ویحکم بشهادة الامثل فالامثل من الفساق هذا هو الصواب الذی علیه العمل وان انکره کثیر من الفقهاء بالسنتهم کما ان العمل علی صحة ولایة الفاسق ونفوذ احکامه وان انکروه بالسنتهم و کذلک العمل علی صحة کون الفاسق ولیاً فی النکاح ووصیاً فی المال وهذا یؤید مانقله القرافی- واذا غلب علی الظن صدق الفاسق قبلت شهادته وحکم بها- والله تعالی لم یامر برد خبر الفاسق فلا یجوز رده مطلقاً بل یتثبت فیه حتی یتبین صدقه من کذبه فیعمل علی ماتبین وفسقه علیه-

محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بھی فقط اختلاف مطالع میں فیصلۂ علماء سے اختلاف فرمایا ہے۔ آپ کی تحریر بھی بلفظہ درج ذیل ہے۔

گرامی قدر محترم مفتی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ فتاویٰ متفقہ کو دیکھا۔ مجھے حسب ذیل امور میں اختلاف ہے۔

(۲) ریڈیو میں صاحب الصوت کی معرفت وعدالت کی قید درست نہیں خصوصاً جب وہ کسی اسلامی حکومت کا ریڈیو ہو اور وہاں وکالۃً علماء یا جماعت علماء کی خبر وفیصلہ کو نشر کرتا ہو۔ نمبر ۳ میں ''حدود ولایت'' میں عمل کرنا کا کلیہ صحیح نہیں۔ بعض اوقات بلاد میں بعد اتنا ہوتا ہے کہ حقیقتاً مطلع مختلف ہوسکتا ہے جیسے پشاور و روڈھا کہ۔ اس لیے اس میں یہ قید بڑھانا چاہیے۔ بشرطیکہ دونوں ملکوں میں اتنا فاصلہ نہ ہو جہاں اختلاف مطلع حقیقتاً ہوسکتا ہو۔

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مسئلہ اجماعی ہے۔ کما صرح بہ ابن عبدالبر وغیرہ بدایۃ المجتہد لابن رشد۔ فتح الباری لابن حجر ملاحظہ ہوں۔ حنفیہ کے ہاں بھی بلاد بعیدہ میں معتبر ہونا متعین ہے۔ راجعوا البدائع والاختیار شرح المختار وتبیین الحقائق للزیلعی اور جب اجماع ثابت ہوجاتا ہے۔ دوسرا مرجوح قول خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ائمہ کا قول لا عبرۃ لاختلاف المطالع مخصوص ان بلاد کے ساتھ ہے جہاں وسط شہر یا آخر شہر تک اتنی مسافت طے نہیں ہوسکتی تھی۔ متاخرین حنفیہ نے جو توسیع کردی ہے۔ نہ ائمہ کا مراد نہ حقیقتاً صحیح ہے۔ تفصیل کی اس وقت ہمت نہیں۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفی اللہ عنہ

مولانا عطا محمد صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان) اور مولانا شمس الدین صاحب ہزاروی نے نمبر ۳ میں اختلاف فرمایا ہے۔ وہ بھی ریڈیو کے اعلان کو پورے ملک میں نافذ ہونے کے مخالف ہیں۔

بقیہ دستخط علمائے کرام تصدیق کنندگان فیصلہ مذکور صفحہ نمبر ۶ سے

۳۳- سید مسعود علی قادری' مفتی و مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان شہر

۳۴- ہذہ الصور صحیحۃ احمد یار خان خطیب جامعہ چوک پاکستان گجرات

۳۵- اصاب من اجاب' ابو الحسنات قادری

۳۶- خادم حسین بقلم خود' صدر انجمن غلامان محمدؐ مزنگ لاہور

۳۷- غلام محمد ترنم صدر جمعیۃ العلماء پاکستان صوبہ پنجاب لاہور

۳۸- صحیح الجواب- محمد عبد المصطفیٰ الازہری غفرلہ

۳۹- اصاب من اجاب فقیر عبد القادر غفرلہ' خطیب جامع مسجد خانیوال- و مہتمم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن جامع العلوم خانیوال بقلم خود

۴۰- من اجاب فقد اصاب کتبہ نور احمد نور خطیب جامع مسجد مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان کچہری روڈ

۴۱- الجواب صحیح' فقیر محمد قاسم بقلم خود خطیب جامع مسجد بستی لنڈہ ضلع مظفر گڑھ

۴۲- الجواب صحیح- کتبہ خدا بخش فیض فریدی خطیب جامع مسجد جکھڑ انوالی جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذی نور قلوبنا بعلم اليقين– وشرح صدورنا لقبول الحق المبين– وامرنا بالاعتصام بالحبل المتين– وجعل الهلال غرةً للمستهلين– والصلوٰة والسلام علی سيد الصائمين والمفطرين– الذی بعث مردالخصام المتنازعين– وجعل بدراً منيرا للعلمين وعلیٰ اٰله واصحابه الذين هم مصابيح المهتدين– صلوٰةً وسلاماً دائمين مانبتت نجوم الارضين– وكانت النجوم فی السماء سابحين–

اما بعد فيقول الضعيف المدعو بمحمود عفا عنه ربه الودود و وقاه من شدائد اليوم الموعود– واعاذه من شر الظلوم الحسود– لما اشتد اختلاف اهل الزمان فی هلالی رمضان و شوال و كثر فيهما النزاع و الجدال– وان العلماء منهم من يفرطون فيحكمون بلا حجة شرعية لا يراعون الشروط التی اشترطها الفقهاء فی شهادة الشاهدين ولا ينظرون فی الاخبار الی اوصاف المخبرين– ومنهم من يتوغلون فی هذا الامر توغل المتعمقين وحتی لا تطمن نفوسهم دون الثلثين حتی ان عامة المسلمين كانوا فی اكثر البلاد والقری متشتتين اضطربت الامة المسلمة الی حل هذه العقدة وكشف هذه الغمة فانتهض لهذا مدير المدرسة العربية قاسم العلوم الواقعة فی بلدة ملتان– ورتب الاسئلة التی تتعلق بالروية وارسلها الی المفتين فی نواحی باكستان والهند ليرتبوا الاجوبة عنها– ثم بعد وصول الاجوبة جمع مدير المدرسة المذكورة اكثرهم هنا– ليرتفع الخلاف من البين– فبحثوا عن تحقيق المسئلة يومين– واتفقوا علی امر فصل–

ولله الحمد وهو الذی جعلته هديتكم قبل هذه الرسالة– وقد كنت كتبت فی جواب تلك المسئلة اوراقا عديدة– فاردت ان اهديها للناظرين– لعل الله ينفع بها المنصفين ويجعلها وسيلتی يوم الدين– وهو الموفق والمعين–

ا – يكفی فی الصوم فی حالة الغيم وغيره من العلة خبر واحد عدل او مستور علی الاصح ولا يشترط شروط الشهادة من لفظة الشهادة و مجلس قضاء وعدد و حرية وغيرها...... لما فی الدرالمختار وقيل بلا دعوی و بلا لفظ اشهد و بلا حكم و مجلس قضاء لا نه خبر لاشهادة للصوم مع علته كغيم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححه البزازی (كتاب الصوم)

واما فی الفطر والحالة هذه فيشترط له مايشترط لثبوت المال من العدد والعدالة ولفظة الشهادة وغيرها من الشروط لما في ردالمحتار ج ۲ صفحه ۹۹ للعلامة الشامي وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد واذا كان يوم صحو فيشترط لها اخبار جمع عظيم يطمئن اليه القلب ويسكن به البال- ولا يشترط ان يكون احادها موصوفين بالعدالة والاسلام والحرية وسائر شروط اهلية الشهادة هذا في عامة الكتب- لكن قال العلامة الشامي و في عدم اشتراط الاسلام نظر لانه ليس المراد هنا بالجمع العظيم ما يبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعي حتي لايشترط له ذلک بل مايوجب غلبة الظن ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۰ (کتاب الصوم)

قلت فعليكم بالاحتياط مرةً وبالتوسع اخرى وذلک بحسب اختلاف المواقع- واما العدد الخاص في الجمع العظيم فلم اره و ينبغي ان يكون موكولاً الي الحاكم- قال العلامة ابن عابدين الشامي في رد المحتار ج ۲ ص ۱۰۰ - والصحيح من هذا كله انه مفوض الیٰ رای الامام ان وقع في قلبه صحة ماشهدوا به وكثرت الشهود الخ ولكن عن ابي حنيفة في حالة الصوم و الفطر الكفاية بخبر عدلين كما قال العلامة ابن نجيم صاحب البحر وروى الحسن عن ابي حنيفة ان يقبل فيه شهادة رجلين اورجل وامراتين سواء كان بالسماء علة اولم يكن كما روى عنه في هلال رمضان كذا في البدائع اه لكن ينبغي ان لا يعدل في العمل عن ظاهر الرواية وهو اشتراط الجمع العظيم في الفطر- واما في الصوم فهذه الرواية هي المعينة للفتوى كيف لا وقد قال صاحب الدروعن الامام انه يكتفي بشاهدين واختاره في البحر قال الشامي (واختاره في البحر) حيث قال وينبغي العمل على هذه الرواية في زماننا لان الناس تكاسلت عن ترائي الاهلة (الي ان قال العلامة)

اقول انت خبير بان كثيراً من الاحكام تغيرت لتغير الازمان ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم ان لا يصوم الناس الابعد ليلتين اوثلث لما هو مشاهد من تكاسل الناس بل كثيراً مارايناهم يشتمون من يشهد بالشهر ويوذونه وحينئذ فليس في شهادة الاثنين تفرد من بين الجمع الغفير حتى يظهر غلط الشاهد فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الافتاء بالرواية الاخرى اه ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۱ فانظروا الى التعليل المذكور للعمل بهذه الرواية يتبين لكم ان العلة وهو التكاسل عن الترائي لم توجد في الفطر بل يتو غلون في ترای هذا الهلال حتى ان الفساق الذين لا يؤدون فريضة الصوم والعياذ بالله يتهيؤن من نصف النهار الى الغروب لرؤية هلال الفطر

ويتشوقون اليه كل التشرق فلما انتفت علة الافتاء برواية الحسن عن ابى حنيفة فالعمل بظاهر الرواية هو الواجب كما لا يخفى وينبغى ان يعلم انه يجوز العمل في هلال الصوم بخبر واحد عدل جاء عن خارج العامرة او راى على مكان عال مرتفع وهو رواية عن الامام بل نقل العلامة الشامى فى ردالمحتار عندقول الدر (وصحيح فى الاقضية الاكتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او كان على مكان مرتفع واختاره ظهير الدين) انها ايضا ظاهر الروايه وانها قول ائمة الثلثة ثم وفق بين الروايتين الظاهرتين بان رواية اشتراط الجمع العظيم محمولة على اذا كان الشاهد فى المصر فى مكان غير مرتفع– ورواية الاكتفاء بخبر الواحد على ما اذا جاء من خارج البلد اوراى على مكان مرتفع من شاء مزيد التفصيل فليراجع الى ردالمحتار–

واما الحكام المسلمون في ديارنا ديار باكستان فكونهم فى حكم القضاة وكون حكمهم ممايلزم المسلمين ام لاموقوف على النظر في الامور الثلثه فبعد ذلک ینکشف الغطاء عن وجه المسئلة ويتضح الامر (الاول) هل المتغلب القاهر الذى ما ارتضاه ارباب الحل والعقد تصح سلطنته ويجوز التقلدمنه–

(الثانى) هل الفاسق من اهل القضاء

(الثالث) هل الجهل بالاحكام الشرعية يفوت على المرا اهلية القضاء

اما الامر الاول فالاحاديث الكثيرة وعبارات الفقهاء رحمهم الله تدل على ان الاصل و ان كان فى الامارة ان تكون بمشاورة ارباب الحل والعقد لكن مع هذا لواستولى احد وتولى امور المسلمين بلا مبايعة احد من ذوى علم ورأى يجب على المسلمين ان يطيعوه مالم يروا فيه كفراً بوا ها لهم عليه برهان ويتقلدوا منه الاعمال والولايات قال العلامة الشامى فى رد المحتار ج ا باب الامامة (وتصح سلطنة متغلب للضرورة) اى من تولى بالقهر و الغلبة بلا مبايعة اهل الحل والعقد– وقال صاحب الهداية ويجوز التقلد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل– وقال صاحب الدرالمختار ويجوز التقلد من السلطان العادل والجائر ولو كان كافراً على هامش الشامى صفحه ۴۳۲ ج ۴– والشاهد على هذا ان سادة الامة من الصحابة والتابعين– تقلدوا العمالات من ملوک بنى امية وحالهم لايخفى على من طالع كتب التاريخ– فان بعد الخلافة الراشدة قلما فازا المسلمون بامام عادل و مع هذا لم يجوز احد منهم الخروج على اولئک الملوک

واطاعوهم ما استطاعوا فی معروف–

یکن ینبغی ان یعلم ان حکمهم واجب الامتثال علی العامة مالم یکن مخالفاً للشرع وتقلد القضاء منهم جائز اذا مکنوا القضاة من القضاء بحق واما اذا لم یخلو هم وانفسهم فی انفاذ الحق المبین فحاشا من الاطاعة– فانه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق– قال صاحب الاشباه امر السلطان ینفذ اذا وافق الشرع وقال صاحب الهدایة الا اذا کان لا یمکنه من القضاء بحق– قال فی الفتح فی شرح هذه العبارة استثناء من قوله یجوز التقلد من السلطان الجائر لان المقصود لا یحصل من التقلد وهو ظاهر (کتاب القضاء) والأن فی مملکتنا ان تولی الحکام المسلمون بعضاً من المسائل و حصل لهم التمکن من ان یحکموا فیها بقوانین الشریعة الغراء فحکمهم هذا یصح وینفذ– فان القضاء یتخصص– قال صاحب الدر المختار ان تولیة القضاء یتخصص بالزمان والمکان والشخص (الی ان قال) ولو نهی عن بعض المسائل لم ینفذ حکمه فیها– (شامی قبیل کتاب الطهارة ج صفحة ۵۲)

واما الامر الثانی فعبارات الفقهاء الاحناف دالة علی ان العدالة فی القضاء شرط الاولویة لا شرط الجواز (قال العلامة الشامی بعد ان نقل قول من قال ان الفاسق لیس باهل للقضاء) اقول لوا عتبر هذا لا نسد باب القضاء خصوصاً فی زماننا فلذا کان ما جری علی المصنف هو الاصح کما فی الخلاصة وهو اصح الاقاویل کما فی العمادیة نهر و فی الفتح والوجه تنفیذ قضاء کل من ولاه سلطان ذوشوکة وان کان جاهلاً فاسقاً وهو ظاهر المذهب عندنا– وحینئذ فیحکم بفتوی غیره شامی ج ۴ کتاب القضاء صفحه ۳۳۳

واما الامر الثالث فعبارة الفتح المارة انفاً تدل صریحاً علی ان الجاهل یصح قضاوه وینفذ حکمه وهو ظاهر المذهب فی الدر المختار وینبغی ان یکون موثوقاً به فی عفافه و عقله و صلاحه و فهمه و علمه بالسنة والأثار و وجوه الفقه والاجتهاد و شرط الاولویة لتعذره علی انه یجوز خلو الزمن عنه عند الاکثر فصح تولیة العامی ویحکم بفتوی غیره– فبعد اتضاح الامور الثلثة تبین ان الحاکم الباکستانیین وان کانوا جاهلین بالاحکام الشرعیة وکانوا غیر عدول فحکمهم نافذ اذا حکموا بفتوی العالم الثقة فی ثبوت رویة الهلال وراعوا فیه شروط الشهادة فی موضوعها وصفات الشاهد و المخبر، واذا حکموا بغیر مشورة العلماء الثقات فلم ینفذ حکمهم لا

نہ لایمکن لهم ان یر اعوا فی الشهادة والاخبار جمیع الشرائط لجهلهم ولو سلم علمهم بشروط الشهادة فبقلة مبالاتهم بحقوق الشرع وفقد عدالتهم لا یسلکون مسلک الاحتیاط ولا یؤدون ما فرض الله علیهم من التثبت فی امر الدین کما هو مشاهد من حالتهم والعالم الثقة من یعلم الاحکام الشرعیه وبلغ فی ذلک مبلغا یعتمد علماء العصر بفتواه وکان متیقظاً غیر غافل عن عرف اهل زمانه وتفقه علی استاذ ماهر–

نمبر ۲– اما الخبر الظفرا فی فغیر معتبر لا نه لا یمکن معرفة المخبرفیه ولا یعلم ان الذی اظهر نفسه مرسلاً اهو هو فاذا لم یعلم شخص المرسل فکیف بعد الته وفسقه، والخبر المقبول یجب ان لا یکون من الفاسق وکذلک الخبر المکتوب فی الجرائد فان مدیر الجرائد کثیراً ما یحتاج الی تصحیح الاغلاط الشائعة ومعرفة الکاتب ایضاً لیست بسهلة الحصول هنا حتی یجزم بعد الته ولکن لو کثرت الاخبار التلغرافیة اواتت الجرائد المختلفة واطمئن الیها القلب وحصل الظن بصدقها فحینئذ یجوز الحکم بها وتکون فی حکم الاستفاضة والعدالة لیست بمشروطة فیها حتی یحتاج الی معرفة الخبر–

واما العلم بالخط وخبر الرادیو والتلفون ففی موضع تکون الشهادة شرطاً فیه فغیر صحیح لان الشاهد یجب ان یکون بحضور القاضی بلا حائل کا شفاعن وجهه کما هو مصرح فی موضعه– واما المواقع التی یکفی فیها مجرد الاخبار بدون الشهادة فالعمل بالمذکور جائز صحیح فی المعاملات والدیانات کلها بشرط معرفة خط الکاتب وعدالته فی الخط– وصورة المخبر وعدالته فی خبر الرادیوو التلفون– والدلیل علیه ما فی الدرالمختار ولا یعمل بالخط الا فی مسئلة کتاب الامان ویلحق به البراءات ودفتر بیاع و سمسار وجوزه محمد لراو وقاض وشاهدان تیقن به وبه یفتی– قال الشامی (ان یتقن به) ای بانه خط من یروی عنه فی الاول وبا نه خط نفسه فی الاخیرین (وقیل وبه یفتی) قال فی خزانة الاکمل اجاز ابو یوسف و محمد العمل بالخط فی الشاهد والقاضی والراوی اذا رای خطه ولم یتذکر الحادثة قال فی العیون والفتوی علی قولهما اذا تیقن انه خطه سواء کان فی القضاء او الروایة والشهادة علی الصک وان لم یکن الصک فی ید الشاهد لان الغلط نادر، واثر التغییر یمکن الاطلاع علیه وقلما یشتبه الخط من کل وجه فاذا تیقن جاز الاعتماد علیه توسعة علی الناس ص ۳۹۳ ج ۴– وقال الشامی تحت قول

الدر (ودفتر بياع و صراف وسمسار) فقد قال في الفتح من الشهادات ان خط السمسار والصراف حجة' للعرف الجارى به قال البيرى هذا الذى فى غالب الكتب حتى المجتبى فقال فى الاقرار واما خط البياع والصراف والسمسار فهو حجة وان لم يكن مصدراً معنوناً يعرف ظاهراً بين الناس وكذا ما يكتب الناس فيما بينهم يجب ان يكون حجة للعرف الخ ص ۳۹۲ ج ۴

واعلم ان نقل الحديث وروايته من الدين وهو بالكتابة والرسالة جائز' باجماع المحدثين ويقال لهذا التحمل المكاتبة فی عرفهم– قال في مقدمة الفتح الملهم ص ۴۷ ومن اقسام التحمل المكاتبة بان يكتب مثلا حدثني فلان فاذا بلغک كتابي هذا فحدث به عني بهذا الاسناد وقال ابن الهمام هما اى الكتابة والرسالة كالخطاب لتبليغه عليه الصلوة والسلام بهما وعرفاً ويكفي معرفة خط الكاتب وظن صدق الرسول في حل رواية المكتوب اليه والمرسل اليه من الكاتب والمرسل كما عليه عامة اهل الحديث فاذا جاز الاعتماد على الخط فی رواية الحديث مع ان تا كد الصدق فيه مطلوب شرعاً فوق ما يكون فى خبر روية هلال الصوم بدليل ان ثبوت الصوم يكفي فيه خبر مستور الحال على القول المصحح كما مر سابقاً وفي نقل الحديث المذهب الصحيح ان خبر المستور ليس بمقبول اصلاً– قال صاحب الكشف شارحاً لما قال الامام فخر الاسلام خبر الفاسق في الدين اى نقله للحديث غير مقبول اصلاً سواء وقع في قلب السامع صدقه ام لا– نقلاً من مقدمة فتح الملهم ص ۱۴ ثم قال في ص ۱۵ – وفي التحرير و شرحه ومثله (اى الفاسق) المستور ومن لم تعرف عدالته ولا فسقه في القول الصحيح فلايكون خبره حجةً حتى تظهر عدالته انتهى فكيف لا يجوز العمل بالخط في ثبوت الصوم بالشرط المزبور وعلى هذا القياس خبر الراديو والتلفون–

۳– والبلدة التي لاوالي فيها ولا حاكم او كان ولا يحكم بحكم الشرع ولا يبالي به كما هو مشاهد في زماننا– فالعالم الثقة الذى يعتمده المسلمون هناک بمنزلة القاضى قال الشامي وفي الفتح اذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلدمنه كما هو فى بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الأن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم انتهى ص ۳۴۲ شامي ج

۴– فما لم يكن نظم المملكة بحسب قانون الشرع فی مسئلة روية الهلال يوخذ بقول عالم ثقة معتمد مرجع للعامة في عامة المسائل– قال مولانا عبدالحى اللكهنوى فى عمدة الرعاية على

شرح الوقاية والعالم الثقة في بلدة لاحاكم فيها قائم مقامه ص ۳۰۹ ج ۱

۴- اذا ثبت الصوم او الفطر عند حاكم تحت قواعد الشرع بفتوى العلماء او عند واحد او جماعة من العلماء الثقات ولاهم رئيس المملكة امر روية الهلال وحكموا بالصوم او الفطر ونشروا حكمهم هذا في راديو يلزم على من سمعها من المسلمين العمل به في حدود ولايتهم-

واما فيما وراء حدود ولايتهم فلا بد من الثبوت عند حاكم تلک الولاية بشهادة شاهدين على الروية او على الشهادة او على حكم الحاكم او جاء الخبر مستفيضاً لان حكم الحاكم نافذ في ولايته دون ماوراء ها- ولهذا وجب العمل على اهل الرساتيق الملحقة بالمصر اذا بلغ اليهم خبر ثبوت الشهر في المصر بطريق موثق كان بلغهم نداء مناد من قبل المحكمة او جاء اليهم رجل عدل حتى لو سمعوا صوت المدافع او ضرب الطبول وغير ذلک من الامارات الموجبة لغلبة الظن لزمهم العمل في الصوم والفطر فخبر الراديو بحكم الحاكم لايكون اقل من هذه الامارات بحال وهو في الحقيقة نداء منادٍ من جانب الحاكم وهو معتبر' ولما لم يكن في الزمان السابق ايجاد مثل الراديو ليكون وسيلةً الي وصول حكم الحاكم في ولايته اقتصروا في بيان هذه المسئلة على الذرائع التي قد كانت هناک حتى قال العلامة الشامي في منحة الخالق على البحر الرائق مانصه لم يذكروا عند نا العمل بالا مارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا- والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن اهل المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود- وقد ذكر هذا الفرع الشافعية فصرح ابن حجر في التحفة انه يثبت بالامارة الظاهرة الدالة التي لا تتخلف عادة كروية القناديل المعلقة بالمنائر قال ومخالفة جمع في ذلک غير صحيحة ص ۲۷۰ على حاشية البحر الرائق كتاب الصوم-

وقال رحمه الله في ردالمحتار على الدرالمختار قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع اوروية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن حجة موجبه للعمل كما صرحوابه واحتمال كون ذلک لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلک عادة في ليلة الشک الالثبوت رمضان (كتاب الصوم من رد المحتار)

ولا يختلج في قلبک ان عبارة رد المحتار صريحة في الصوم فيختص به هذا الحكم لان

العلة التی علل هذا الحکم بها هی غلبة الظن وغلبة الظن هی التی علیها مدار الحکم کما قال صاحب الدر و قبل بلا علة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم و ایضاً قال العلامة الشامی فی باب القضاء والکفارة— انه لو افطر اهل الرستاق بصوت الطبل یوم الثلثین ظانین انه یوم العید وهو لغیره لم یکفروا— وانت تعلم ان سقوط الکفارة یکون بعذر غلبة الظن بالعید فی هذا المقام بالشک فقط— قال صاحب الدر او تسحر اوا فطر یظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیه لیلاً والحال ان الفجر طالع والشمس لم تغرب لف ونشر ویکفی الشک فی الاول دون الثانی عملاً بالاصل فیهما— وقال الشامی نقلاً عن الفتح ان المختار لزوم الکفارة عند الشک لان الثابت حال غلبة الظن بالغروب شبهة الاباحة لا حقیقتها ففی حال الشک دون ذلک وهو شبهة الشبهة وهی لا تسقط العقوبات ص ۱۱۴ الخ وقال فی بحث سقوط الکفارات ص ۱۱۵ ج ۲ تتمه— فی تعبیر المصنف کغیره بالظن اشارة الی جواز التسحر والافطار بالتحری— فخلاصة هذه العبارات ان سقوط الکفارة من اهل الرستاق الذین افطروا بصوت الطبل ظانین انه یوم العید و هو لغیره انما یکون بغلبة ظنهم بالعید لا بالشک فقط— فعلم من هذا ان صوت الطبل وکذلک الامارات الاخر تفید غلبة الظن وغلبة الظن هی الحجة فی الفطر ایضا کما علمت فتخصیص هذه الامارات بالصوم مع افادتها غلبة الظن بلا دلیل وایقاع الناس فی الحرج فانه لا یتیسر لکل واحد وجود الشهادة عنده علی الرویة او علی الشهادة او علی حکم الحاکم ولا یمکن للحاکم ان یبعث فی اطراف ولایته لتنفیذ حکمه العام شاهدین یشهد ان علی حکمه فان لم یعتبر هذه الامارات او نداء المنادی من المحکمة ومنه خبر الرادیو لا دی ذلک الی حرج عظیم و تخطیة عبارات الفقهاء وایضاً قال مولانا عبدالحی المرحوم اللکهنوی فی جواب مثل هذا السوال فی اللغة الاردویة ما ترجمته ان الافطار (بهذه الامارات) یصح لان صوت المدافع بحسب العادة الشائعة یوجب غلبة الظن بالعید وغلبة الظن یکفی للعمل و لهذا یلزم الصوم بهذه العلامات کما فی رد المحتار— قلت والظاهرانه یلزم اهل القری الخ من مجموعة الفتاوی— ولا یظن ان الناشر والمخبر بالرادیو مستور الحال بل الغالب انه یکون فاسقاً کما هو المشاهد فی ارباب الحکومة فکیف یکون خبره معتبراً لان ناشر حکم القاضی لا یشترط فیه العدالة فیجوز ان یکون المعلن والمنادی والناشر لحکم القاضی والوالی فاسقاً ویجب علی الناس اطاعة اعلانه

ونداء ہ قال العلامة الشامی ص ۱۱۵ ج ۲ وقد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبة الظن وان کان ضاربه فاسقاً لان العادة ان الموقت یذهب الی دار الحکم اخر النهار فیعین له وقت خبر ویعینه ایضاً للوزیر وغیره واذا ضربه یکون ذالک بمراقبة الوزیر واعوانه للوقت المعین فیغلب علی الظن بهذه القرائن عدم الخطاء وعدم قصد الافساد والالزم تاثیم الناس وایجاب قضاء الشهر بتمامه علیهم فان غالبهم یفطر بمجرد سماع المدفع من غیر تحرو بلا غلبة ظن– وهذه العبارة وان کانت مسوقة للافطار الیومی لکن تدل علی ان الفاسق اذا کان ناشراً او منادیاً لحکم الحاکم وعاملاً بامره فیفید خبره غلبة الظن– وغلبة الظن هی الموجبة للعمل فی الافطار الیومی والعید کلیهما کما علمت ومن ادعی الفرق فعلیه البیان–

واعلم ان اختلاف المطالع واقع محسوس لا ینکره من له ادنی تعلق بعلم الهیئة کما قال العلامة الشامی فی رسالته تنبیه الغافل الوسنان علی احکام هلال رمضان مانصه– اعلم ان المطالع تختلف باختلاف الاقطار والبلدان فقد یری الهلال فی بلد دون اخر کما ان مطالع الشمس تختلف فان الشمس قد تطلع ببلد ویکون اللیل باقیاً فی بلد اخر وذلک مبرهن علیه فی کتب الهیئة وهو واقع مشاهد اه– لکن مع ذلک ففی اعتباره فی الصوم والفطر اختلاف قال المحقق الشیخ کمال الدین ابن الهمام فی فتح القدیر واذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب فی ظاهر المذهب وقیل یختلف باختلاف المطالع لان السبب الشهر و انعقاده فی حق قوم للرؤیة لا یستلزم انعقاده فی حق آخرین مع اختلاف مطالع الخ وقال ابن عابدین فی هذه الرسالة لکن المعتمد الراجح عندنا انه لا اعتبار به وهو ظاهر الروایة وعلیه المتون کالکنز وغیره وهو الصحیح عند الحنابلة کما فی الانصاف وکذا هو مذهب المالکیه انتهی– فعلم ان ظاهر مذهب الاحناف و مذهب المالکیه والحنابلة هو عدم الاعتبار واما مذهب الشافعیة فالمعتمد عندهم هو الاعتبار علی ما صححه النووی فی المنهاج–

وقال العلامة ابن عابدین فی رسالته هذه نقلاً عن فتح القدیر و الاخذ بظاهر المذهب احوط قال فی التتارخانیه وعلیه فتوی الفقیه ابی اللیث وبه کان یفتی الامام الحلوانی وکان یقول لوراٰه اهل المغرب یجب الصوم علی اهل المشرق انتهی وفی الخلاصة وهو ظاهر المذهب وعلیه الفتوی ص ۲۵۲ (مجموعه رسائل ابن عابدین) قال الحافظ ابن حجر فی الفتح (فلا تصوموا حتی

تروه الحديث) ليس المراد تعليق الصوم بالروية فى حق كل احد بل المراد بذلك روية بعضهم (الى ان قال) وقد تمسك بتعليق الصوم بالرؤية من ذهب الى الزام اهل البلد برؤية اهل بلاد غيرها– ومن لم يذهب الى ذلک قال لان قوله عليه السلام حتى تروه خطاب لاناس مخصوصين فلا يلزم غيرهم ولكنه مصروف عن ظاهره فلا يتوقف الحال عن رؤية كل واحد فلا يتقيد بالبلد (انتهى) فتح البارى ص ۹۸ ج۴ وقال العلامة الشوكانى فى نيل الاوطار ج ۴ ص ۳ والذى ينبغى اعتماده هو ما ذهب اليه المالكية وجماعة من الزيدية واختاره المهدى منهم وحكاه القرطبى عن شيوخه انه اذا راه اهل بلد لزم اهل البلاد كلها ولا يلتفت الى ماقاله ابن عبدالله من ان هذا القول خلاف بالاجماع– قال لانهم قد اجمعوا على انه لا تراعى الرؤية فيما بعد من البلدان الخراسان والاندلس– وذلک لان الاجماع لا يتم والمخالف مثل هؤ لاء الجماعة (انتهى)

وقال الشامى فے ردالمحتار وظاهر الرواية (عن الاعتبار)وهو المعتمد عندنا– وعندالمالكية والحنابلة لتعلق الخطاب عاما بمطلق الرؤية فے حديث صوموا لرؤيته بخلاف اوقات الصلوة انتهى–

۲– اذا ثبت الفطر والصوم فى بلدة عند حاكمها او عالم ثقة قائم مقامه' وحكم و الزم اهل البلدة حكمه فانتقل هذا الخبر الى بلدة اخرى فلا يخلوا اما ان تكون فے حدود و لايته اولا– فعلے الاول يلزم اهلها العمل بهذا الخبر اذا كان موجباً لغلبة الظن لان الشهادة هناليست بشرط كما علمت فے جواب السوال الرابع بالتفصيل وعلى الثانى فلا يجوز العمل بهذا الخبر ولا الحكم العام لقاضى هذه البلدة حتى يشهد عنده شاهدان علے الشهادة بالطريق المعروف فے تحميل الشهادة او على حكم حاكم البلدة الاولى قال فے فتح القدير ثم انمايلزم متاخرى الرؤية اذا ثبت عندهم رؤية اولئک بطريق موجب حتى لو شهد جماعة ان اهل بلد كذا راوا هلال رمضان قبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم ثلثون بحسابهم ولم يرهو لاء الهلال لا يباح فطر غد ولا تترک التراويح هذه الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم ولو شهدوا ان قاضى بلدة كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال فى ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضى ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضى حجة وقد شهدوا به انتهى– فتبين ان نفس الحكاية لا تكفى ههنامالم يكن خبراً مستفيضاً كما سياتى

مـمـايوجب العمل استفاضة الخبر من بلاد الى بلد ففى صورة الاستفاضة يكفى الحكاية ولا

يشترط علے المخبرين فيها ان يشهدوا على الشهادة اوعلى حكم الحاكم-

قال العلامة الشامي في رسالته تنبيه الغافل الو سنان بعد نقل العبارة المذكورة فى الجواب السادس من الفتح مانصه- قلت لكن قال في الذخيرة البرهانية مانصه قال شمس الائمه الحلوانى رحمه الله الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة (انتهى) ونقل مثله الشيخ حسن الشرنبلالى فى حاشيه الدرر عن المنتقى وعزاه في الدر المختار الى المجتبى وغيره مع ان هذه الاستفاضة ليس فيها حكم ولا شهادة- لكن لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان المراد بها بلدة فيها حاكم شرعى كما هو العادة في البلاد الاسلامية فلا بد ان يكون صومهم مبنياً على حكم حاكمهم الشرعى فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهى اوفى من الشهادة بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال يوم كذا و صاموا يوم كذا- فانها مجرد شهادة لا تفيد اليقين فلذالم تقبل الا اذا شهدت على الحكم اوعلى شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة شرعاً والا فهي مجرد اخبار- واما الاستفاضة فانها تفيد اليقين كما قلنا- ولذا قالوا اذا استفاض وتحقق الخ، فلا ينافي ماتقدم عن فتح القدير ولو سلم وجود المنافاة فالعمل على ما صرحوا بتصحيحه والامام الحلوانى من اجل مشائخ المذهب وقد صرح بانه الصحيح من مذهب اصحابنا وكتبت فيما علقته على البحر- ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من تلك البلدة الى البلدة الاخرى لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبنيةً على اخبار رجل واحد فيشيع الخبر عنه ولا شك ان هذا لا يكفى بدليل قولهم اذا استفاض وتحقق الخبر فان التحقق لا يكون الا بما ذكرنا- والله تعالى اعلم (انتهى)

فانظر في هذه العبارة بنظر عميق يظهر لك ان العلامة الشامي استدرك اولاً على ما في الفتح من عدم الكفاية بشهادة جماعة على طريق الحكاية واورد قول شمس الائمه الحلوانى وغيره من الفقهاء دليلاً على ان الاستفاضة ليس فيها نقل الحكم ولا الشهادة ثم وفق بين ما في الفتح وقول شمس الائمة بان الاستفاضة وان كانت في الحقيقة بطريق الحكاية لا تكون فيها شهادة على الشهادة ولا على الحكم لكن لما كان صوم تلك البلدة مبنياً على حكم الحاكم الذى العادة في البلاد الاسلامية فهذه الحكاية بمعنى نقل حكم الحاكم فلا منافاة فوضح كل

الوضوح ان نقل الحكم حقيقتةً ليس بشرط في الاستفاضة عند احدثم قال رحمه الله ولو سلم وجود المنافاة بين القولين- ولم يوجد في الاستفاضة نقل الحكم حقيقة ولا حكماً- او كان مراد صاحب الفتح نقل الحكم حقيقة فالعمل بما قال شمس الائمة الحلوا ني فانه هو الصحيح من مذهب اصحابنا- ثم قال رحمه الله انه ان جاء واحد من البلدة الاولى و شاع خبره في هذه البلدة فليس هذا من الاستفاضة في شئ بل يشترط. ان تاتى جماعة من بلدة الرؤية فتكون استفاضة موجبة للعمل-

ثم اعلم ان الاستفاضة ليست بخبر متواتر بل هي من اخبار الاحاد كما قال في تحفة الفكر ص ۱۲

والثاني وهو اول اقسام الأحاد ماله طرق محصورة باكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمي بذلك لوضوحه وهو المستفيض على راى جماعة من ائمة الفقهاء انتهى- وقال صدر الشريعة في التوضيح (ويفيد) الثاني (اى المشهور) علم طمانية وهو علم تطمئن به النفس وتظنه يقينا لكن تأمل حق التامل علم انه ليس بيقين-

وقال العلامة التفتازاني في التلويح في شرح هذه العبارة فاطمينا نها رجحان جانب الظن بحيث يكاد يدخل في حد اليقين فعلم من هذا ان ما قال الشامي في توفيق كلامي ابن الهمام وشمس الائمة مانصه واما الا ستفاضة فانها تفيد اليقين- فالمراد منه الطمانية المستفاد بالخبر المستفيض المشهور لا اليقين بمعني الاعتقاد الجازم الراسخ المستفاد من المتواتر لان بين المستفيض والمتواتر فرقاً بيناً فان المستفيض من الاحاد كما علمت- ولهذا قال الشامي في ضمن ذلك التوفيق- ان الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر ولم يقل هي عين المتواتر- ويؤيد هذا ان صاحب الدر المختار صرح في تفسير الجمع العظيم بانه هو الذى يقع العلم الشرعي اى غلبة الظن بخبرهم وقال الشامي في شرح هذا المقام بالصراحة انه ليس المراد هنا بالجمع- ما يكون خبرهم يفيد اليقين كالمتواتر- فاذا علمت ان الخبر المستفيض من الاحاد- وليس من المتواتر- فاعلم ان المستفيض يشترط فيه ان يكون رواته ثلثةً فصاعداً كما مر من نخبة الفكر بالصراحة ويفهم من كلام المفتي عزيز الرحمن الديو بندى الذى صوبه وصححه استاذ الاستاذ شيخ الهند مولانا محمود حسن قدس سرهما مانصه وهو الصواب (اى عدم الاعتبار بالخبر التلغرافي) في الصورة المسئولة الا ان يحصل غلبة الظن بالاخبار الكثيرة فح يجوز العمل به ولا يجب و عدم

اکتفاء الواحد و الاثنینؔ اظهر وهکذا حال الکتاب اه الماخوذ من البیان الکافی فی الخبر التلغرا فی فـما قال بعض الفقهاء کما قال الشامی نقلاً عن الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جـماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة الخ ص ۱۰۲ شامی ج۲ – محمول علی زیادة التاکدلا انه شرط جواز العمل– ولو سلم ان لفظة جماعات متعددون هی المنظور الیها هنا فـنـقـول ان لـفظة الجماعة فی اللغة و الشرع یطلق علی اثنین فصاعداً– فاذا صارت بصیغة الجمع و اقـلـه ثـلـث فلفظة جماعات تصدق علی ستة من المخبرین کما لا یخفی– فالاستفاضة تتحقق– بـالستة ویـؤیـد ذلک مـا فـی البیـان الکافی فی الخبر التلغرا فی من جواب المفتی الاعظم بالدیار الهـنـدیة مولانا محمد کفایت الله وصوبه ایضاً حضر ة شیخ الهند قدس سرهما مانصه– و اما اذا تـعـددت وزادت عـلـی الـخمسة ویتقن المرسل الیه انها بخط المرسل نفسه الی ان قال ینبغی ان یعتمد علیها لکن الذی تطمئن الیه النفس هو ان لا یقدر لها عدد معین بل کلما حصل للحاکم– او عالم ثقة الطمانیة جاز له الحکم بها–

ومما ینبغی ان یعلم ان الاستفاضة لا یشترط فیها ان یتباین اما کن المخبرین بل یکفی فیها ان تـاتـی جـمـاعة مـن بلدة واحدة رأی فیها الهلال فلانه لا یشترط هذا فی الخبر المتواتر فکیف فی الاستفاضة وهی دونه–

قـال الـصـدر الشریعة فی التـوضیـح فـی بیان المتواتر ان یکون رواته فی کل عهد قوماً لا یـحصی عددهم ولا یمکن تواطؤهم علی الکذب لکثرتهم وعدالتهم وتباین اما کنهم انتهی– فقال فـی شـرحـه الـعـلامة فـی التـلـویح واما ذکر العدالة وتباین الا ماکن فتاکیده لعدم تو اطؤ هم علی الـکـذب ولیـس بشـرط فـی التواتر– وایضاً یفهم هذا من عبارة شمس الائمة الحلوانی التی نقلها الشـامـی کمامر ان الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین البلدة الاخری یلزمهم حکم هذه البلادة– وکذا عبارة الـرحمتی ان تاتی من تلک البلدة الخ فان هذه وتلک من اسماء الاشارة والموضوع لهٗ فیها خاص کما هو مبین فی موضعه–

(۸) ان حـکـم الحاکم او نائبه من العلماء الثقات بالصوم بقول واحد او بخط– وصام الناس ثـلثین یوماً فان کان فی السماء علة جاز الفطر بالاتفاق وان کانت السماء صحیحة فعند الشیخین لا یجوز الافطار وعند محمد یجوز– قال الشامی ج ۲ ص ۱۰۲ (عن الذخیرة ان غم هلال الفطر

حل اتفاقاً) استدرک علی ما ذکره المصنف من ان خلاف محمد فیما اذا غم هلال الفطر بان المصرح فی الذخیره وکذا فی المعراج عن المجتبی ان حل الفطر هنا محل وفاق وانما الخلاف فیما اذا لم یغم ولم یر الهلال فعندهم لا یحل الفطر وعند محمد یحل کما قاله شمس الائمة الحلوانی وحرره الشرنبلالی فی الامداد- قال فی غایة البیان وجه قول محمد وهو الاصح ان الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتدا بل بناء وتبعاً وکم من شئ یثبت ضمناً ولا یثبت قصداً ص ۱۰۳ فالاحتیاط فی الصحو بالعمل علی قول الشیخین- واما فی الغیم ونحوه فجاز الفطر- فان ثبوت الفطر و ان لم یکن بدون شهادة شاهدین لانه یدخل تحت الحکم لکن هنا لما کان الثبوت ضمناً فیکفی فیه قول الواحد- کما قال العلامة الشامی تحت قول الدر (ویثبت دخول الشهر ضمناً ونظیره ما سنذکره فیما لو تم عدد رمضان ولم یرهلال الفطر للعلة یحل الفطر وان ثبت رمضان بشهادة واحد لثبوت الفطر تبعاً و ان کان لا یثبت قصداً الا بالعددو العدالة هذا ما ظهر لی انتهی-

۹- خبر الفاسق غیر مقبول فی الصوم و الفطر حتے یجب علی القاضی ان لا یقبله' وان حکم به اثم- لکن مع ذلک لو قبله' وحکم به نفذ حکمه' ولزم سائر المسلمین العمل به- قال فی الفتاوی الهندیة ولو شهد فاسق وقبلها الامام وامر الناس بالصوم فافطر هوو واحد من اهل بلده قال عامة المشائخ تلزمه کذا فی الخلاصه ج ۱ باب رویة الهلال- من کتاب الصوم وفی الدر المختار وهل له ان یشهد مع علمه بفسقه- قال البزازی نعم لان القاضی ربما قبله (انتهی)

وقال مولانا عبدالحی المرحوم اللکهنوی عن رسائل الارکان ونحن نقول ان شرط العدالة فی امثال هذا فی زماننا یخل باکثر الاعمال لا سیما فی الصیام فالاحری ان یفتی بما عن الامام ابی یوسف ان الشاهد اذا کان ذا مروة بحیث یغلب علی الظن صدقه' یقبل قوله لئلایختل امرالصائم (انتهی)

وقال المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی رحمه الله فی فتاواه فی جواب هذا السوال ماترجمته- ان تحققت قرائن صدق الشاهد عند القاضی فیسع له' قبول شهادته و جاز له ان یحکم به الحکم العالم انتهی- فتبین من هذه العبارات ان القاضی وجب علیه الاحتیاط البالغ لکن بعد قبول قول الفاسق لا یجوز للمسلمین ان یخالفوا امره- ویفرقوا علی الناس شملهم- فان من حکم بهذا الحکم هو ضامن لما حاکم- ومسئول عما التزم- والله اعلم

ترجمہ

بندہ ضعیف محمود عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ جب ہمارے اہل زمانہ میں ہلال رمضان اور شوال کا اختلاف نزاع و جدال کی شکل اختیار کر گیا۔ بعض علماء اس میں کوتاہی اس حد تک کرتے کہ بغیر حجت شرعی کے فیصلہ کرتے، شاہدین کی شہادت اور مخبر کی خبر کے بارے میں فقہاء نے جو اوصاف و شرائط عائد کیں اس کی رعایت نہ رکھتے تھے۔ اور بعض ان میں متعمقین والے غلو سے کام لیتے اور اتنا کہ وہ خود بھی تیس کی گنتی پوری کیے بغیر مطمئن نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ عام مسلمان اکثر شہروں اور بستیوں میں فرقہ بندی میں بٹ چکے تھے۔ اس مشکل کے حل اور اس پردہ کو ہٹانے کے لیے مضطرب تھے، اس مشکل کو حل کرنے کا مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم نے تہیہ کر لیا، انھوں نے رویت ہلال سے متعلق سوالات مرتب کر کے پاکستان و ہندوستان کے اطراف کے علماء کو ارسال کیے تاکہ اس کے متعلق وہ جوابات مرتب کریں۔ جوابات کی وصولی کے بعد مدرسہ مذکورہ کے مہتمم نے انھیں میں سے اکثر کو یہاں جمع کیا تاکہ آپس کا اختلاف ختم ہو جائے، انھوں نے دو دن اس پر بحث کی اور ایک فیصلہ کن مسئلہ پر متفق ہو گئے۔

اللہ کی حمد و ثنا ہے جس نے تمھاری راہنمائی کا سامان اس رسالہ کے نشر ہونے سے پہلے کر دیا تھا۔ میں نے بھی ان سوالوں کے جوابات کے سلسلہ میں چند اوراق لکھے تھے۔ میں نے ان کو ہدیۂ قارئین کرنے کا ارادہ کیا۔ شاید اللہ منصف مزاج لوگوں کے لیے اس کو باعث نفع بنا دے اور قیامت کے دن میرے لیے نجات کا وسیلہ ہو جائے، وہو الموفق والمعین۔

(۱) روزہ میں ابر کی صورت میں ایک عادل یا مستور الحال کی خبر صحیح روایت کے مطابق کافی ہے، اور اس میں شہادۃ کے شروط، لفظ شہادت مجلس قضاء، عدد اور حریت وغیرہ شرط نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور کہا گیا ہے کہ بغیر دعویٰ اور بغیر لفظ ''اشہد'' بغیر فیصلہ اور بغیر مجلس قضاء کے، اس لیے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں ہے، روزے کے لیے ابر کی علت کے ساتھ اور غبار کی علت کے ساتھ، عادل کی یا مستور کی خبر، اسی کی تصحیح بزازیہ نے کی (کتاب الصوم)

افطار میں جب یہی حالت ہو تو ثبوت ہلال کے لیے عدد، عدالت، لفظ شہادت اور اس کے علاوہ جو شروط ہیں وہی شرائط اس کے لیے بھی ہیں۔ رد المحتار ج ۲ ص ۹۹ میں علامہ شامی نے فرمایا، افطار میں علت کی صورت میں عدالت، نصاب، شہادۃ اور لفظ اشہد شرط ہے، اور جب ابر آلود ہو تو اس کے لیے اتنی عظیم جمعیت شرط ہے جس سے دل مطمئن ہو اور خاطر کی تسکین ہو، اور یہ شرط نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک عدالت، اسلام حریت اور تمام شروط شہادت سے متصف ہو، عام کتب میں یہی ہے لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اسلام شرط نہ ہونا محل نظر ہے،

اس لیے کہ یہاں جمع عظیم سے ایسی جمع عظیم مراد نہیں ہے جو حد تواتر کو پہنچے۔ جو علم قطعی کا موجب ہوتا ہے' جس کی وجہ سے یہ شرط (عدم اسلام) لگائی جائے' بلکہ وہ جمع عظیم مراد ہے جو غلبہ ظن کا موجب ہو' ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۰ کتاب الصوم) میں کہتا ہوں کہ اس میں احتیاط اور توسیع دونوں ہیں' اور یہ مختلف مواقع کے اعتبار سے ہے' جمع عظیم کی کوئی تعداد مقرر کرنا تو میں مناسب نہیں سمجھتا بلکہ مناسب یہ ہے کہ یہ حاکم کی رائے کے حوالہ ہو' علامہ ابن عابدین الشامی نے ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۰ پر فرمایا ان تمام میں صحیح بات یہ ہے' امام کی رائے کے سپرد ہے۔ اگر اس کے دل میں اس کی صحت واقع ہو جائے اور گواہ بھی زیادہ ہوں۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک صوم وافطار کے لیے کفایہ دو عالموں کی خبر ہے جیسا کہ علامہ ابن نجیم صاحب بحر نے کہا ہے' حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت نقل کی ہے کہ اس میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ چاہے آسمان میں علت ہو یا نہ ہو جیسا کہ ہلال رمضان میں ان سے نقل کیا گیا ہے۔ بدائع میں ایسا ہی ہے لیکن مناسب یہ ہے ظاہر الروایۃ سے عمل میں عدول نہ کیا جائے اور وہ افطار میں جمع عظیم کی شرط ہے۔ روزے کی صورت میں یہی روایت فتویٰ کے لیے' متعین ہے اور کیوں نہیں جبکہ صاحب درمختار نے کہا ہے کہ امام صاحب سے منقول ہے کہ شاہدین پر اکتفا کیا جائے گا۔ بحر میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ امام شامی نے فرمایا' **"لا واختارہ فی البحر"** فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں اسی پر عمل کرنا مناسب ہے۔ اس لیے کہ چاند دیکھنے میں لوگ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ (**الی ان قال العلامۃ**) میں کہتا ہوں تو اس بات پر خبردار رہے کہ بہت سارے احکامات زمانوں کے تغیر سے متغیر ہو جاتے ہیں' اگر ہمارے زمانہ میں جمع عظیم کی شرط لگائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دو یا تین راتوں کے بعد روزہ رکھا کریں' لوگوں کی سستی کی وجہ سے مشاہدہ یہی ہے بلکہ بہت ساروں کو تو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ شہادت دینے والے کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کو ایذا دیتے ہیں' تو ان حالات میں دو شاہدوں کی شہادت میں جمع غفیر کے مقابلہ میں تفرد نہیں ہے کہ شاید کی غلطی ظاہر ہو۔ تو ظاہر الروایت کی علت منتفی ہوگئی اور دوسری روایت افتا کے لیے متعین ہوگئی۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۱

اس روایت پر عمل کرنے کی علت پر آپ غور کریں تو یہ بات واضح ہوگی کہ علت چاند دیکھنے میں سستی برتنا ہے' اور فطر میں سستی نہیں پائی جاتی بلکہ اس چاند دیکھنے میں تو لوگ غلو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ فاسق لوگ جو فرض روزہ بھی ادا نہیں کرتے (العیاذ باللہ) وہ نصف النہار سے غروب آفتاب تک فطر کے رویت ہلال کے لیے تیار بیٹھے رہتے ہیں اور پورے شوق کا مظاہرہ کرتے ہیں حسن کی امام ابوحنیفہ سے روایت پر جب علت افتاء جب منتفی ہوگیا تو ظاہر الروایت پر عمل واجب ہوگیا (**کما لا یخفی**) یہ بات جان لینا بھی مناسب ہے کہ ہلال

صوم میں اس عادل کی خبر واحد پر عمل جائز ہے جو شہر کے باہر سے آیا ہوا ہو یا جس نے بلند جگہ سے چاند دیکھا ہو' یہ روایت امام صاحب سے منقول ہے بلکہ علامہ شامی ردالمحتار میں درمختار کے اس قول (کہ قضاء میں ایک پر بھی اکتفا جائز ہے جو شہر کے باہر سے آیا ہو' یا وہ بلند جگہ پر ہو ظہیر الدین نے اسی کو اختیار کیا ہے) کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہے اور یہ ہمارے آئمہ ثلاثہ کا قول ہے' پھر دونوں ظاہر روایتوں میں تطبیق اس طرح کی کہ جمع عظیم کی شرط ان حالات پر محمول ہے جب شاہد شہر میں مکان غیر مرتفع میں ہو' خبر واحد کی روایت پر اکتفاء اس صورت میں ہے کہ جب خارج مصر سے آیا ہو یا اس نے مکان مرتفع سے مشاہدہ کیا ہو' جس کو مزید تفصیل درکار ہو وہ ردالمحتار کی طرف مراجعت کرے۔

(۲) جہاں تک ہمارے پاکستان کے مسلمان حکمرانوں کی بات ہے کہ یہ قضاۃ کے حکم میں اور انکا حکم مسلمانوں پر لازم ہے یا کہ نہیں تو یہ تین امور میں غور وفکر پر موقوف ہے۔ اس کے بعد مسئلہ سے پردہ ہٹے گا اور معاملہ واضح ہوگا۔

(الاول) جس شخص نے زبردستی غلبہ حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کیا ہو۔ ارباب حل وعقد نے اس کو متعین نہ کیا ہو' کیا اس کی سلطنت صحیح اور اس سے کوئی عہدہ قبول کرنا جائز ہے۔

(الثانی) کیا فاسق اہل قضاء ہے

(الثالث) کیا شرعی امور سے جہالت آدمی سے قضاء کی اہلیت فوت کر دیتا ہے۔

پہلا مسئلہ کثیر احادیث اور فقہاء کی عبارات اس بات پر دال ہیں۔ امارت میں قانون تو یہی ہے کہ امارۃ کا انعقاد ارباب حل وعقد کے مشورہ سے ہو، تاہم اگر کوئی زبردستی قبضہ کر کے بغیر اہل علم اور اہل الرائے کی بیعت کے مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بن گیا تو مسلمانوں پر اس کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک اس میں ظاہری کفر نہ دیکھ لیں جس پر ان کے پاس دلیل بھی ہو اس سے گورنری اور دوسرے حکومتی عہدے قبول کرنا جائز ہے' علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار ج ا باب الامامۃ میں فرمایا کہ (ضرورت کی وجہ سے زبردستی قبضہ کرنے والے کی سلطنت صحیح ہے) یعنی جو شخص زبردستی بغیر اہل حل وعقد کے مشورے اور بیعت کے حکومت پر قبضہ کر لے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سلطان جائر و عادل سے حکومتی ذمہ داری قبول کرنا جائز ہے' اگر چہ کافر ہو۔ ہامش شامی ۳۳۲ ج ۴ دلیل اس پر یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین اکابرین امت نے بنو امیہ کے بادشاہوں سے عہدے قبول کیے جبکہ ان کی حالت کتب تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد عادل سربراہ مسلمانوں کو بہت کم نصیب ہوئے۔ اس کے باوجود بھی ان بادشاہوں کے خلاف خروج کو کسی نے جائز

نہیں کہا اور حتی الامکان معروف میں ان کی اطاعت کی۔

یہ بات جان لینا بھی ضروری ہے کہ ان کے حکم کی تعمیل عام لوگوں پر اس وقت واجب ہے جب ان کا حکم شریعت کے مخالف نہ ہو اور ان سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا اس وقت جائز ہے جب قضاۃ کو اس بات پر قدرت ہو کہ وہ حق کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہوں اگر وہ ان کو حق کے نفاذ کے لیے نہ چھوڑتے ہوں پھر ان کی اطاعت سے اجتناب ہی لازم ہے اس لیے کہ مخلوق کی اطاعت خالق کی ناراضگی کے مقابلہ میں جائز ہی نہیں' الاشباہ والے نے کہا کہ بادشاہ کا حکم نافذ اس وقت ہوتا ہے جب وہ شریعت کے موافق ہو' صاحب ہدایہ نے کہا اس صورت میں جائز نہیں جب اس کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق نہ دے۔ فتح القدیر نے اس عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ یہ استثنا ہے (یجوز التقلید من السلطان الجائر) کہ ظالم بادشاہ سے عہدہ قبول کرنا جائز ہے اس لیے کہ عہدہ قبول کرنے سے مقصد حاصل نہیں ہو رہا' یہی ظاہر ہے (کتاب القضاء) ہماری مملکت میں حکام نے مسلمانوں کو کچھ مسائل کی ذمہ داری دی ہے اور اس میں ان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ان میں شریعت کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا یہ حکم صحیح اور نافذ العمل ہوتا ہے۔ اس میں قضا خاص ہے' صاحب درمختار نے کہا ہے قضا کا عہدہ قبول کرنا زمان اور مکان اور شخص کے ساتھ خاص ہے (الی ان قال) اور اگر وہ بعض مسائل سے منع کرے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا۔ (شامی قبیل کتاب الطہارہ ص ۵٦)

دوسرا مسئلہ فقہاء احناف کی عبارات اس پر دال نہیں کہ قضاء میں عدالت شرط اولویت یعنی فوقیت والی شرط ہے شرط جواز نہیں۔ علامہ شامی ان لوگوں کا قول جو کہتے ہیں کہ فاسق اہل قضا نہیں ہے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ اگر اس کا اعتبار کر لیا گیا تو قضا کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔ خصوصاً ہمارے زمانہ میں۔ اس لیے مصنف نے جو بات اختیار کی یہی صحیح ہے۔ خلاصہ میں بھی اسی طرح ہے اور یہی صحیح قول ہے۔ اسی طرح عمادیہ میں ہے (نہر) فتح میں ہے' وجہ یہ ہے کہ جس کو صاحب شوکت بادشاہ نے ولایت دی ہو۔ اگرچہ وہ جاہل فاسق ہو اس کی قضاء نافذ ہو جائے گی' ظاہر مذہب ہمارے نزدیک یہی ہے اور اس وقت فتویٰ دوسرے کے قول پر دیا جائے گا۔ شامی ج ۴ کتاب لقضاص ۳۳۲

تیسرا مسئلہ۔ فتح القدیر کی جو عبارت ابھی گزری ہے وہ صریح دلالت کرتی ہے کہ جاہل کی قضا صحیح اور اس کا حکم نافذ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے در المختار میں ہے کہ امام کے بارے میں ہے کہ اس کی عفت' عقل' نیکی' فہم' آثار و سنت کے علم اس پر اعتماد کیا جاتا ہو' یہ ترجیحی شرط ہے کہ کبھی یہ شرط متعذر ہو سکتی۔ اکثر کے نزدیک ایسا زمانہ آ سکتا ہے کہ کوئی اس شرط سے عاری ہو' اس حالت میں عامی کی حکمرانی صحیح ہے اور حکم دوسرے کے فتویٰ کے

مطابق کیا جائے گا۔

امور ثلاثہ کی توضیح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستانی حکام اگر چہ احکام شرعیہ سے جاہل ہوتے ہیں اور غیر عادل بھی ہوتے ہیں ان کا حکم اس شرط پر نافذ ہوگا جب وہ رویت ہلال میں فیصلہ ثقہ عالم کے فتویٰ کے مطابق کریں اور اس میں شروط شہادۃ کی رعایت اس کی جگہ پر خبر دینے والے اور شاہد کے شرائط کی رعایت رکھیں اور اگر وہ فیصلہ بغیر علماء کے مشورے کے کریں تو ان کا حکم نافذ نہ ہوگا اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہوگا کہ اپنی جہالت کی وجہ سے وہ اخبار و شہادۃ میں تمام شرائط کی رعایت رکھ سکیں اور اگر شروط شہادۃ سے متعلق ان کے علم کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو عدالت کے فقدان اور حقوق شرع سے بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے وہ مسلک احتیاط پر نہیں چل سکتے اور امر دین کے قائم کرنے کا جو فریضہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ذمہ کیا ہے اس کو ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ روز مرہ اس کا مشاہدہ ہے اور ثقہ عالم وہ ہوتا ہے جو احکام شرعیہ کو جانتا ہو اور اس میں وہ اس درجہ تک پہنچا ہو کہ اس کے زمانہ کے علماء اس کے فتویٰ پر اعتماد کرتے ہوں اور وہ بیدار ہو اور اہل زمانہ کے عرف سے بھی غافل نہ ہو اور اس نے ماہر استاد سے فقہ حاصل کی ہو۔

(۲) اور ٹیلیگرام کی خبر معتبر نہیں' اس لیے کہ مخبر فیہ کی معرفت ممکن نہیں اور یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے آپ کو بھیجنے والا ظاہر کر رہا ہے وہ واقعی وہی ہے اور جب بھیجنے والے کا علم نہ ہو سکے تو اس کی عدالت اور فسق کا پتہ کیسے چلایا جائے گا۔ خبر مقبول کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی فاسق کی جانب سے نہ ہو اور یہی حکم اخبارات میں چھپی ہوئی خبر کا ہے اس لیے کہ مدیران جرائد اکثر و بیشتر ایک پھیلی ہوئی خبر کی تصحیح کے ضرورت مند ہوتے ہیں اور کاتب کی پہچان بھی کوئی اتنا آسان نہیں ہے کہ اس کی عدالت پر اعتماد کیا جا سکے۔ لیکن اگر ٹیلیگراف زیادہ ہوں اور مختلف اخباروں میں مختلف خبریں آ جائیں کہ اس سے دل مطمئن ہو جائے اور گمان میں اس کی سچائی آ جائے تو اس وقت اس کے مطابق حکم کرنا جائز ہوگا یہ استفاضہ کے حکم میں ہوگا اور عدالت اس میں شرط نہ ہوگی' تو خبر دینے والے کی معرفت کی ضرورت نہ ہوگی۔

خط' ریڈیو کی خبر اور ٹیلیفون پر عمل کرنے کی صورت کہ اس میں شہادۃ شرط ہے تو یہ شہادت کی شرط والی بات صحیح نہیں۔ اس لیے کہ شاہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ قاضی کے سامنے بغیر حائل کے ہو اور اس کا چہرہ بھی کھلا ہوا ہو جیسا کہ اپنی جگہ پر اس کی تصریح موجود ہے اور وہ مواقع جہاں پر صرف خبر بغیر شہادت کے کافی ہے تو مذکورہ چیزوں پر عمل جائز اور صحیح ہے معاملات میں بھی دیانات میں بھی تمام کے تمام پر اس شرط سے کہ کاتب کے خط کی معرفت ہو اور اس کی عدالت بھی خط میں ہو اور مخبر کی صورت اور اس کی عدالت ریڈیو اور ٹیلیفون میں اس پر دلیل

جو در مختار میں ہے کہ خط پر عمل نہیں کیا جائے گا مگر کتاب الامان کے مسئلہ میں اور اسی کے ساتھ ملحق ہیں جان خلاصی کے خطوط خرید و فروخت اور کمیشن والے پر امام محمد رحمہ اللہ نے قاضی راوی اور شاہد کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ اس پر یقین کریں اور اس پر فتویٰ بھی دیں- شامی نے لکھا ہے کہ اس پر یقین کرے کہ اسی کا خط ہے جس سے نقل کیا جارہا ہے- پہلے میں اور یہ کہ یہ اس کا اپنا خط ہے دوسرے دو میں- (**وقیل و به یفتی**) کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ دیا جائے گا- خزانۃ الاکمل میں کہا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے شاہد قاضی اور راوی کے خط پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے- جب یہ اس کے خط کو دیکھے اور کوئی بات یاد نہ آئے' عیون میں کہا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے جب یہ متعین ہو جائے کہ یہ اسی کا خط ہے' چاہے یہ قضا میں ہو یا روایت میں یا کسی دستاویز پر شہادۃ اگر دستاویز شاہد کے ہاتھ میں نہ ہو' اس لیے کہ غلطی نادر ہوتی ہے اور تبدیلی پر اطلاع ممکن ہے اور ایک خط دوسرے خط کے ساتھ مکمل مشابہ ہو ایسا بہت کم ہوتا ہے- جب یقین ہو جائے تو پھر لوگوں پر توسع کرنے کے لیے اس پر اعتماد جائز ہے- ص ۳۹۳ ج ۴

شامی در مختار کے قول (ودفتر بیاع وصراف وسمسار) کے ذیل میں لکھا ہے کہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ شہادات' کمیشن ایجنٹ کا لکھا ہوا اور صراف رقم کی تبدیل کرنے کا خط حجت ہے- اس لیے کہ عرف میں اس کو معتبر سمجھا جاتا ہے- امام میری نے کہا کہ اکثر کتب میں یہی ہے یہاں تک کہ مجتبیٰ نے اقرار میں کہا ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے صراف اور سمسار کا خط حجت ہے- اگر چہ باقاعدہ عنوان سے اس کو شائع نہ کیا گیا ہو- جو ظاہراً لوگوں میں معروف ہو اور ایسے لوگ آپس میں خط و کتابت کرتے ہیں ضروری ہے کہ وہ حجت ہو اس لیے کہ عرفاً اس کو حجت سمجھا جاتا ہے- ص ۳۹۲ ج ۴

جان لو کہ نقل حدیث اور روایت حدیث دین کا ایک حصہ ہے اور نقل و روایت' کتابت اور خط سے جائز ہے اور اس پر محدثین کا اجماع ہے- اس کو ان کی عرف میں تحمل المکاتبہ کہا جاتا ہے جیسا کہ مقدمہ فتح الملہم ص ۶۷ پر ہے- تحمل مکاتبہ کے اقسام میں سے ہے- مثلاً یہ لکھ دے کہ مجھے فلاں نے بیان کیا' جب تمھارے پاس میرا یہ مکتوب پہنچ جائے تو اسی اسناد کے ساتھ تم یہ مجھ سے بیان کرو' امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ کتابت اور رسالت دونوں خطاب ہی کی طرح ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کے ذریعہ تبلیغ کی' اور عرفاً بھی یہ معتبر ہیں- مرسل الیہ اور مکتوب الیہ کے لیے روایت کرنے کے جواز کے لیے کاتب کے خط کی معرفت اور رسول کی صداقت کا ظن کافی ہے کہ وہ کاتب اور مرسل سے روایت کرے' عام اہل حدیث کا یہی مسلک ہے (اہل حدیث سے یہ جعلی اہل حدیث غیر مقلد مراد نہیں ہیں بلکہ محدثین حضرات مراد ہیں- مترجم) تو جب روایت حدیث میں

خط پر اعتماد جائز ہو گیا جبکہ اس میں سچائی کا اہتمام شرعاً بھی مطلوب ہے اور رویت ہلال کی خبر سے زیادہ مطلوب ہے- دلیل یہ ہے کہ ثبوت صوم کے لیے ایک مستور الحال کی شہادت شرعاً معتبر ہے- صحیح روایت کے مطابق جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے لیکن نقل حدیث میں صحیح مذہب کے مطابق مستور الحال کی خبر بالکل معتبر نہیں ہے- صاحب الکشف نے امام فخر الاسلام کے قول کی تشریح میں لکھا ہے کہ دین میں فاسق کی خبر بالکل معتبر نہیں ہے- خواہ سامع کو اس کی صداقت کا یقین ہو یا نہ ہو' مقدمہ فتح الملہم ص ۱۴ اور ص ۱۵ پر کہا کہ تحریر اور اس کی شرح اور اس جیسی دوسری کتابوں میں ہے یعنی فاسق مستور الحال کہ نہ تو جس کی عدالت معروف ہو اور نہ ہی اس کا فسق تو صحیح قول کے مطابق تو اس کی خبر حجت نہیں ہوگی- جب تک اس کی عدالت ظاہر نہ ہو جائے' تو ثبوت صوم میں خط پر عمل کیوں جائز نہ ہوگا- اس شرط پر کہ وہ تحریر شدہ ہو اور اسی پر قیاس ہے ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبر-

(۳) وہ ملک جس میں کوئی والی یا حاکم نہ ہو' یا ہو تو سہی لیکن وہ فیصلہ شرعی احکام کے مطابق نہ کرتا ہو' اور نہ ہی شریعت کے احکامات کی پابندی کرتا ہو' جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عام مشاہدہ ہے' پس وہ ثقہ عالم جس پر مسلمان اعتماد کرتے ہوں- بمنزلہ قاضی کے ہوگا- شامی نے کہا ہے کہ فتح میں ہے کہ جب بادشاہ نہ ہو اور ایسا کوئی جس سے ذمہ داری لی جا سکتی ہو' جیسا کہ بعض اسلامی ممالک جن پر کفار نے غلبہ حاصل کیا ہے جیسا کہ قرطبہ اس وقت ہے' تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر اتفاق کر لیں (ص ۳۴۲ شامی ج ۴) پس جب تک نظم مملکت شرعی قوانین کے مطابق نہ ہو تو رویت ہلال کے مسئلہ میں ثقہ عالم کے قول کو لیا جائے گا جو معتمد اور عام مسائل میں عوام کا مرجع ہو' مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ میں فرمایا کہ جس ملک میں حاکم نہ ہو اس میں ثقہ عالم اس کے قائم مقام ہوتا ہے- (ص ۲۰۹ ج ۱)

(۴) جب صوم یا افطار کا ثبوت حاکم کے سامنے قواعد شرع کے مطابق علماء کے فتویٰ سے ثابت ہو گیا یا ایک عالم یا علماء کی ایک جماعت کے سامنے ثبوت ہو گیا جن کے سپرد حاکم نے رویت ہلال کا معاملہ کیا تھا اور انھوں نے صوم یا افطار کا فیصلہ دے دیا اور ان کا فیصلہ ریڈیو پر نشر ہو گیا تو جو مسلمان بھی اس مملکت کی حدود میں وہ فیصلہ سن لیں تو اس پر عمل کرنا ان پر لازم ہو جائے گا اور ان کی حدود ولایت سے نکلے ہوئے علاقے میں اس ولایت کے حاکم کے پاس ثبوت ضروری ہے کہ دو گواہ رویت ہلال کی گواہی دیں یا شہادت پر شہادت دیں یا حکم حاکم پر یا ان تک خبر شہرت کے طریقہ پر پہنچی ہو اس لیے کہ حاکم کا حکم اس کی ولایت کے حدود میں تو نافذ ہوتا ہے اور حدود ولایت سے باہر نہیں' اسی وجہ سے شہر کے قرب و جوار کے دیہات والوں پر شہر کی خبر پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے جب ان کو اطلاع باوثوق ذرائع سے ہوتی ہو کہ یا تو ان کو منادی کرنے والے کے اعلان کی آواز پہنچے

جو اعلان محکمہ کی جانب سے ہو یا کوئی عادل شخص ان کے پاس آ گیا ہو یہاں تک کہ اگر انھوں نے توپ کی آواز سنی یا ڈھول کی آواز سنی یا ان کے علاوہ جو چیزیں غلبہ ظن کی علامات ہوں تو صوم وافطار میں ان کے لیے عمل کرنا واجب ہے پس ریڈیو کی خبران غلبہ ظن کی علامات سے کسی قیمت پر کم نہیں بلکہ فی الحقیقت یہ حاکم کی جانب سے منادی کرنے والے کی ندا ہے اور یہ معتبر ہے اور جب پہلے زمانہ میں ریڈیو جیسی ایجادات نہیں ہوئی تھیں کہ وہ حاکم کے حکم کے پہنچانے کا وسیلہ نہیں تو صرف انھی ذرائع پر انحصار کیا گیا جو اس زمانہ میں تھیں- علامہ شامی نے منحة الخالق علی بحر الرائق میں فرمایا کہ انھوں نے ذکر نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک عمل ظاہری علامات پر ہے جو کہ دلالت کرتی ہوں شہرت کے ثبوت پر جیسا کہ ہمارے زمانہ میں توپ چلانے کی آواز ظاہر یہ ہے کہ جو شخص شہر سے غائب ہو اور یہ آواز سنے تو بستی والوں کی طرح اس پر بھی عمل واجب ہے جیسا کہ شہر کے ان لوگوں پر عمل واجب ہے جنھوں نے حاکم کو شہادت قبول کرتے ہوئے دیکھا- اس فرع کو شوافع نے بھی ذکر کیا ہے- علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے تحفہ میں نقل کیا ہے کہ وہ علامات جو ظاہراً دلالت کرتی ہوں اور عادۃً وہ خلاف نہیں ہوتیں جیسا کہ میناروں پر لٹکی قندیلوں کا دیکھنا کہ اس سے حکم ثابت ہو جاتا ہے اور ایک جماعت کی مخالفت اس میں صحیح نہیں ہے (ص ۲۷۰ حاشیہ بحر الرائق کتاب الصوم)

ردالمحتار میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ دیہات والوں پر توپ کی آواز سننے اور شہر کے میناروں پر چراغاں دیکھنے کی وجہ سے روزہ لازم ہے- اس لیے کہ یہ ظاہری علامت ہے جو غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور غلبہ ظن ایسی حجت ہے جو کہ موجب عمل ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اور اس کا غیر رمضان کے لیے ہونے کا احتمال بعید ہے اس لیے کہ لیلۃ الشک میں یہ عمل ثبوت رمضان ہی کے لیے کیا جاتا ہے- (کتاب الصوم ردالمحتار)

تمھارے دل میں یہ بات نہیں کھٹکنی چاہیے کہ ردالمحتار کی عبارت تو روزے کے بارے میں صریح ہے تو یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ جس علت کے ساتھ یہ حکم معلل کیا گیا ہے وہ غلبہ ظن ہے جس پر مدار حکم ہے جیسا کہ صاحب درمختار نے کہا ہے ''علت نہ ہونے کی صورت میں جمع عظیم کو قبول کیا جائے گا جس سے علم شرعی واقع ہوتا ہے اور وہ غلبہ ظن ہے جو ان کی خبر سے حاصل ہوا''

علامہ شامی نے بھی باب القضاء والکفارہ میں فرمایا کہ دیہات والوں نے اگر تیسویں شب کو طبلہ کی آواز پر اس گمان سے افطار کر لیا کہ یہ عید کا دن ہے جبکہ یہ طبلہ کسی دوسرے مقصد کے لیے تھا تو انھیں کفارہ لازم نہ ہوگا اور آپ جانتے ہیں کہ یہاں ان سے سقوط کفارہ صرف عید کے بارے شک کی وجہ سے ہوا ہے- صاحب درمختار نے کہا کہ یا اس نے سحری کی یا افطار کیا اس گمان سے کہ یہ وقت یعنی جس وقت میں اس نے کھایا ہے رات ہے

جبکہ (سحری کی صورت میں) فجر طلوع ہو چکا تھا اور (غروب کی صورت میں) سورج غروب نہیں ہوا تھا (لف و نشر مرتب ہے) پہلی صورت میں شک معتبر اور دوسری میں نہیں- دونوں میں اصل پر عمل کی وجہ سے- شامی نے فتح سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ مختار لزوم کفارہ بے شک کی وجہ سے- اس لیے کہ غروب کی وجہ سے جو حال ثابت ہوا وہ غلبہ ظن ہے غروب کی وجہ سے' تو یہ محض شبہہ اباحت ہے حقیقت نہیں اور شک کی حالت تو اس سے بھی کم یعنی شبہہ الشبہ جس کی وجہ سے عقوبات ساقط نہیں ہوتے ص ۱۱۴ اور ۱۱۵ ج ۲ میں کفارہ کے ساقط ہونے کی بحث میں فرمایا کہ مصنف کی تعبیر لا کفارۃ بالظن میں اس طرف اشارہ ہے کہ سحری اور افطاری تحری کے ساتھ جائز ہے- ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ دیہات والوں سے سقوط کفارہ جب انھوں نے افطار کیا ہو رات کے وقت طبلہ کی آواز سن کر اس گمان سے کہ یہ عید کے لیے طبلہ ہے جبکہ وہ کسی دوسرے مقصد کے لیے تھا' بوجہ ان کے غلبہ ظن کے ہے نہ کہ صرف شک کی بنا پر' اس سے معلوم ہوا کہ طبلہ کی آواز وغیرہ دوسری علامات ہیں جو کہ غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں غلبہ ظن افطار میں بھی حجت ہوا جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے- پس ان علامات کی تخصیص صرف روزے کے ساتھ جبکہ یہ فائدہ غلبہ ظن کا دیتی ہیں تخصیص بلا دلیل ہے اور لوگوں کو حرج میں مبتلا کرنا ہے اس لیے کہ ہر ایک کے پاس رویت پر شہادت کا موجود ہونا یا شہادت پر شہادت کا موجود ہونا یا حکم حاکم پر شہادت کا موجود ہونا آسان نہیں ہے اور نہ ہی حاکم کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ولایت کے تمام اطراف میں اپنے حکم عام کی تنفیذ کے لیے دو گواہ بھیجے جو اس کے حکم پر گواہی دیں' اگر ان علامات کو اور محکمہ کی جانب سے اعلان جس میں ریڈیو کا اعلان بھی شامل ہے' کو معتبر نہ مانا جائے تو یہ ایک عظیم حرج میں مبتلا کرنے کا موجب بن جائے گا اور یہ فقہاء کی عبارتوں کو غلط ٹھہرانے کے مترادف ہوگا- مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اسی جیسے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان علامات کی بنیاد پر افطار جائز ہے اس لیے کہ توپ کی آواز مروجہ عادت کے مطابق عید کے بارے میں غلبہ ظن کا موجب ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے- اس وجہ سے ان علامات کی وجہ سے روزہ بھی لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ بستی والوں پر لازم ہے- (مجموعۃ الفتاویٰ) اور یہ گمان نہ رکھا جائے کہ ریڈیو پر نشریات کرنے والا اور خبریں پڑھنے والا مستور الحال ہوتا ہے بلکہ غالب یہ ہے کہ وہ فاسق ہوتا ہے جیسا کہ ارباب حکومت کے بارے میں عام مشاہدہ ہے تو اس کی خبر کیسے معتبر سمجھی جائے گی اس لیے کہ ناشر قاضی کے حکم میں ہے اور اس میں عدالت شرط نہیں' پس اعلان کرنے والے منادی کرنے والے اور قاضی کے حکم کو نشر کرنے والے اور والی اگر چہ فاسق ہوں تب بھی اس کے اعلان اور ندا کی اطاعت واجب ہے- علامہ شامی نے ص ۱۱۵ ج ۲ پر فرمایا اور کہا جاتا ہے کہ توپ کی آواز ہمارے زمانہ میں غلبہ ظن کا فائدہ دیتا ہے' اگر چہ توپ

چلانے والا فاسق ہی کیوں نہ ہو' اس لیے کہ ٹائم کیپر دن کے آخری حصہ میں دار الحکم جاتا ہے تو اس کے لیے توپ چلانے کا وقت معین کیا جاتا ہے اور ایک وزیر کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے کہ جب وہ توپ چلائے تو وہ وزیر اور اس کے عملے کی نگرانی میں معین وقت پر چلائے۔ تو ان قرائن کی وجہ سے غلبہ ظن عدم خطاء اور عدم قصد افساد ہے' ورنہ لوگوں کا گناہگار ہونا لازم ہو جائے گا اور پورے مہینے کی قضاء ان پر لازم ہوگی۔ اس لیے کہ اکثر لوگ بغیر تحری اور بغیر غلبہ ظن کے صرف توپ کی آواز پر افطار کر دیتے ہیں۔ یہ عبارت اگرچہ روزانہ کے افطار کے لیے لائی گئی ہے لیکن یہ دلالت کرتی ہے کہ فاسق اگر حاکم کے حکم کا منادی کرنے والا یا ناشر ہو اور اس کے حکم کا پابند ہو تو یہ غلبہ ظن کے لیے مفید ہے اور غلبہ ظن عمل کا موجب ہے روزانہ کے افطار اور عید میں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں اور جو فرق کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ وضاحت ہے۔

(۵) جان لو کہ اختلاف مطالع واقع اور محسوس امر ہے جس شخص کو بھی ہیئت کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ہو وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا جیسا کہ علامہ شامی نے رسالہ (تنبیہ الغافل الوسنان علیٰ احکام ہلال رمضان) میں فرمایا کہ اطراف اور ممالک کے اختلاف سے مطالع مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی کسی شہر میں چاند دکھائی دیتا ہے اور کسی میں نہیں جیسا کہ سورج کے مطالع مختلف ہوتے ہیں۔ کسی ملک میں سورج طلوع ہوتا ہے اور کسی ملک میں ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہوتا ہے۔ یہ بات کتب ہیئت میں مبرہن ہے اور یہ حال واقعی اور مشاہد ہے تاہم صوم و افطار میں اس کے اعتبار کرنے میں اختلاف ہے۔ محقق شیخ کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا جب مصر میں رویت ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں پر لازم ہو جائے گا۔ اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہو جائے گا ظاہر مذہب کے مطابق اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے حکم مختلف ہوگا اس لیے کہ سبب مہینہ ہے اور اس کا انعقاد ایک قوم کے حق میں ان کی رویت کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے حق میں انعقاد لازم نہیں آتا۔ اختلاف مطالع کے ساتھ الخ' ابن عابدین نے اسی رسالہ میں کہا ہے کہ معتمد اور راجح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہیں اور یہ ظاہر الروایت ہے اور متون بھی اسی پر ہیں جیسا کہ کنز وغیرہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے جیسا کہ انصاف میں ہے' مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے پس معلوم ہوا کہ احناف مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب عدم اعتبار ہے۔ شافعیہ کے نزدیک معتمد اعتبار ہے جیسا کہ نووی نے منہاج میں اس کی تصحیح کی ہے۔

علامہ شامی نے اپنے اسی رسالہ میں فتح القدیر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظاہر مذہب پر عمل زیادہ احوط ہے تاتارخانیہ میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث کا فتویٰ اسی پر ہے۔ امام حلوانی بھی اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل مغرب کی رویت سے اہل مغرب پر روزہ رکھنا واجب ہوگا خلاصہ میں ہے کہ یہ ظاہر

المذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے- مجموعہ رسائل ابن عابدین ص۲۵۲' حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حدیث (روزہ نہ رکھو جب تک رویت نہ کرلو) کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہر ایک کے حق میں روزہ کی تعلیق رویت کے ساتھ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد بعض کی رویت ہے اور جن لوگوں نے ایک شہر والوں پر دوسرے شہر والوں کی رویت سے روزہ لازم کیا ہے انھوں نے رویت کے ساتھ تعلیق صوم سے دلیل لی ہے اور جو قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ''حتی تروہ'' مخصوص لوگوں کو خطاب ہے- تو ان کی رویت سے دوسروں پر لازم نہ ہوگا لیکن یہ ظاہر کورد کرنا ہے تو حال ایک کی رویت پر موقوف نہیں بلکہ ایک ملک اور ایک شہر کی رویت معتبر ہوگی- فتح الباری ج ۴ص ۹۸ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار جلد چہارم میں فرمایا کہ جس پر اعتماد مناسب ہے وہ مالکیہ کا مسلک ہے اور زیدیہ کی ایک جماعت اور ان میں سے مہدی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے قرطبی نے بھی اپنے شیوخ سے اس کو نقل کیا ہے کہ جب ایک شہر والوں نے رویت کر لی تو تمام شہر والوں پر بھی واجب ہو جائے گا اور ابن عبدالبر کے اس قول کہ یہ اجماع کے خلاف ہے کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہا کہ دور کے شہروں مثل خراساں اندلس کے بارے میں اجماع ہے کہ وہاں رویت کی رعایت نہیں رکھی جائے گی- اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس سے جماعت مخالف ہو تو اجماع مکمل نہیں ہوتا-

علامہ شامی نے ردالمختار میں کہا ہے کہ دوسری ظاہر الروایت ہمارے نزدیک عدم اعتبار ہے اور یہی ہمارے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک معتمد ہے- اس لیے کہ خطاب کا تعلق عام ہے- مطلق رویت کے ساتھ حدیث ''صوموا الرویۃ'' میں' بخلاف نماز کے اوقات کے-

(۲) جب صوم یا افطار کا حکم ایک شہر میں اس شہر کے حاکم یا ثقہ عالم کے سامنے' ثابت ہو جائے اور اس نے حکم کر دیا اور اس شہر والوں پر اس نے لازم کر دیا اور اس کا حکم دوسرے شہر میں منتقل ہو گیا تو وہ شہر یا تو ان کی حدود ولایت میں ہوگا یا نہ ہوگا- پہلی صورت میں اس شہر والوں پر عمل لازم ہوگا جب وہ خبر غلبہ ظن کی موجب ہو اس لیے کہ اس صورت میں یہاں شہادت شرط نہیں ہے جیسا کہ تفصیل سے آپ سوال چہارم کے جواب میں جان چکے ہیں اور دوسری صورت میں اس خبر پر عمل جائز نہیں اور نہ اس شہر کے قاضی کو حکم کرنا جائز ہے- جب تک اس کے پاس دو گواہ معروف طریقے سے گواہی نہ دے دیں تحمل شہادت میں یا پہلے شہر کے حاکم کے حکم کے بارے میں- فتح القدیر میں کہا ہے پھر ان پر متاخر رویت کی وجہ سے لازم ہے جب ان کے پاس ان لوگوں کی رویت بطریق موجب ثابت ہو جائے یہاں تک کہ اگر کسی جماعت نے شہادت دی کہ فلاں شہر والوں نے ہلال رمضان تم سے ایک دن پہلے دیکھ کر روزہ رکھ لیا تھا اور آج تیسواں دن ہے ان کے حساب کے مطابق جبکہ انھوں نے

چاند نہیں دیکھا تو کل کا افطار اور اس رات کی تراویح چھوڑنا ان کے لیے جائز نہیں- اس لیے کہ اس جماعت نے نہ تو رویت پر شہادت دی اور نہ ہی دوسروں کی شہادت پر شہادت دی بلکہ انھوں نے صرف ان کی شہادت کی حکایت کی ہے اور اگر انھوں نے شہادت دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو آدمیوں نے رویت ہلال کی شہادت فلانی رات دی اور قاضی نے ان کی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ دے دیا تو پھر اس قاضی کے لیے جائز ہے کہ ان کی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرے- اس لیے کہ قاضی کی قضاء حجت ہے اور انھوں نے اس کی گواہی بھی دی ہے- اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نفس حکایت شہادت حجت نہیں جب تک خبر مشہور نہ ہو-

(۷) عمل کا موجب خبر کا پھیلانا ہے- کئی شہروں سے ایک شہر کی طرف' استفاضہ کی صورت میں حکایت خبر کافی ہے- خبر دینے والوں کے لیے شہادت علی الشہادۃ اور حکم حاکم پر شہادت شرط نہیں-

علامہ شامی نے رسالہ ''تنبیہ الغافل الوسنان'' میں چھٹے سوال کے جواب کی عبارت فتح القدیر سے نقل کرنے کے بعد فرمایا' میں کہتا ہوں کہ ذخیرہ برہانیہ میں شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح مذہب ہمارے اصحاب کا یہ ہے کہ خبر جب مشہور ہو جائے اور دوسرے شہر والوں کے ہاں محقق ہو جائے تو ان پر اس شہر کا حکم لازم ہو جائے گا اور اسی جیسی بات حسن الشرنبلالی نے حاشیہ درر میں منتقی سے نقل کی ہے اور در مختار میں اس کی نسبت المجتبیٰ کی طرف کی ہے- جب کہ اس استفاضہ میں نہ حکم ہے اور نہ شہادۃ لیکن جب خبر مستفیض بمنزلہ خبر متواتر کے ہو جائے اور اس سے ثابت ہو جائے کہ اس شہر والوں نے فلاں دن روزہ رکھا ہے تو اس پر عمل لازم ہو جائے گا- اس لیے کہ اس سے مراد ایسا شہر ہے جس میں شرعی حاکم ہو جیسا کہ بلاد اسلامیہ میں عادت ہے پس ضروری ہوا کہ انکا روزہ ان کے شرعی حاکم کے حکم پر ہو- تو یہ استفاضہ بمنزلہ حکم مذکور کے نقل کرنے کے ہوا اور یہ شہادت سے زیادہ قوی ہے کہ یہ شہادت دینا کہ فلاں شہر والوں نے فلاں دن چاند دیکھ کر روزہ رکھا مجرد شہادت ہے جو یقین کا فائدہ نہیں دیتا- اسی وجہ سے یہ مجرد شہادت قبول نہیں کی جاتی جب تک وہ حاکم کے حکم کی شہادت نہ دیں یا دوسروں کی شہادت پر شہادت نہ دیں تاکہ ان کی خبر معتبر سمجھی جائے ورنہ یہ مجرد خبر ہوگی اور استفاضہ یقین کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں- اسی وجہ سے انھوں (اذا استفاض وتحقق) کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو اس صورت میں یہ فتح القدیر مذکورہ سابقہ تحقیق کے منافی نہ ہوگا اور اگر منافات تسلیم کر لی جائے تو عمل اس پر ہوگا جس کی تصحیح پر انھوں نے تصریح کی ہے- امام حلوانی مذہب کے اجلہ آئمہ میں سے ہیں اور انھوں نے تصریح کی ہے کہ ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے اور بحر پر تعلیقات میں لکھ دیا ہے کہ استفاضہ سے مراد اس شہر سے آنے والوں کی تواتر خبر ہے- صرف استفاضہ مراد نہیں ہے- کیونکہ صرف استفاضہ کی بنیاد کبھی صرف ایک شخص کی خبر ہوتی ہے

جو پھیل جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ان کے اس قول ''اذا استفاض و تحقق'' کی بنیاد پر یہ کافی نہیں ہے اس لیے کہ اس کا تحقق ہمارے مذکورہ طریقہ کے بغیر نہیں ہوتا - واللہ اعلم

پس اس عبارت کو عمیق نظروں سے دیکھو تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ علامہ شامی نے پہلے فتح القدیر کی جماعت کی حکایت کی عدم کنایت کا استدراک کیا اور شمس الائمہ الحلوائی اور دوسرے فقہاء کا قول بطور دلیل لائے کہ استفاضہ میں نہ تو نقل حکم ہوتا ہے اور نہ شہادت ہوتی ہے - پھر فتح القدیر اور شمس الائمہ الحلوائی کے اقوال میں موافقت پیدا کی کہ استفاضہ اگر چہ درحقیقت بطریق حکایت ہوتا ہے کہ نہ تو اس میں شہادت علی الشہادت ہوتی اور نہ شہادت علی الحکم ہوتی ہے - لیکن جب اس شہر کے روزے کا دارو مدار حاکم پر ہو جبکہ بلاد اسلامیہ میں یہی عادت اور مروجہ بھی طریقہ ہے تو یہ حکایت بمنزلہ حاکم کے حکم کے نقل کرنے کے لیے ہے - پس اس میں کوئی منافات نہیں - پس یہ بات مکمل طور پر واضح ہوگئی کہ استفاضہ میں نقل حکم حقیقۃً شرط نہیں کسی کے نزدیک بھی - پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دونوں میں منافاۃ تسلیم بھی کر لی جائے اور استفاضہ میں نقل حکم نہ حقیقۃً پایا جائے اور نہ حکماً اور صاحب فتح القدیر کی مراد نقل حکم حقیقۃً ہو تو شمس الائمہ الحلوائی کے قول کے مطابق ہوگا اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہے -

پھر فرمایا کہ اگر کوئی ایک شخص پہلے شہر سے آ جائے اور اس کی خبر اس شہر میں پھیل جائے تو یہ کسی طرح بھی استفاضہ نہ ہوگا بلکہ یہ شرط ہے کہ رویت کے شہر سے ایک جماعت آ جائے تا کہ ان کی خبر مستفیض موجب عمل ہو -

پھر یہ بات جان لو کہ استفاضہ خبر متواتر نہیں ہے بلکہ یہ اخبار احاد کی قسم ہے جیسا کہ نخبۃ الفکر ص ۱۲ میں ہے' دوسرا یہ کہ یہ احاد کی پہلی قسم ہے جس کے طرق محصور ہیں اور دو سے زیادہ ہیں اور یہ محدثین کے نزدیک مشہور ہے' اس کا یہ نام بوجہ اس کے واضح ہونے کے رکھا گیا ہے - فقہاء کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق یہ مستفیض ہے' صدر الشریعہ نے توضیح میں فرمایا کہ دوسرا یعنی مشہور مفید ہے علم طمانیت کا اور ایسا علم ہے کہ جی اس سے مطمئن ہو کر اس کو علم یقین سمجھتا ہے لیکن صحیح غور و فکر کر لیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ یقین نہیں ہے -

علامہ تفتازانی نے تلویح میں اس عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ اس کا اطمینان جانب ظن کی جانب رجحان ہے کہ یقین کی حد میں داخل ہونے کے قریب ہو - اس سے معلوم ہوا کہ علامہ شامی نے ابن الہمام اور شمس الائمہ کے کلام میں موافقت کی جو بات کی ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ وہ استفاضہ مفید یقین ہے'' سے مراد وہ طمانیت ہے جو خبر مستفیض مشہور سے حاصل ہوتا ہے' نہ یقین بمعنی اعتقاد جازم راسخ جو متواتر سے حاصل ہوتا ہے' اس لیے کہ مستفیض اور متواتر میں واضح فرق ہے مستفیض از قسم احاد ہے جیسا کہ آپ جان چکے ہیں' اسی وجہ سے علامہ

شامی نے اس موافقت کے ضمن میں فرمایا کہ استفاضہ بمنزلہ خبر متواتر کے ہے یہ نہیں فرمایا استفاضہ عین متواتر ہے- اس کی تائید جمع عظیم کی اس تفسیر سے ہوتی ہے جو صاحب درالمختار نے کی ہے کہ جمع عظیم وہ ہے کہ ان کی خبر سے علم شرعی یعنی غلبہ ظن حاصل ہو' شامی نے صراحت کے ساتھ اس مقام پر فرمایا کہ جمع عظیم سے مراد یہاں پر یہ نہیں ہے جس کی خبر علم یقین کا فائدہ دیتی ہو متواتر کیطرح - جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ خبر مستفیض از قسم آحاد ہے متواتر نہیں- تو جان لو کہ مستفیض میں تین یا تین سے زیادہ راوی شرط ہیں جیسا کہ نخبۃ الفکر کے حوالہ سے صراحۃً گزر چکا ہے اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی کے کلام جس کی تصحیح وتصویب استاذ الاساتذ شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہما نے کی ہے سے سمجھ آتی ہے' جس کی عبارت یہ ہے اور یہی صحیح جواب ہے کہ صورت مسئولہ میں ٹیلیگرام کی خبر پر عدم اعتماد ہے' ہاں اگر کثرت اخبار سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو پھر اس پر عمل جائز ہے واجب نہ ہوگا' اور ایک یا دو پر عدم اکتفا ہی ظاہر مذہب ہے اور اسی طرح حال خط وکتابت کا ہے' البیان الشافی سے دلیل لی جاسکتی ہے پس جو بعض فقہاء نے کہا ہے جیسا کہ شامی نے رحمتی سے نقل کیا ہے کہ استفاضہ کا معنی یہ ہے کہ ان شہروں سے متعدد جماعتیں آئیں اور ہر ایک اس شہر کے بارے میں خبر دے- شامی ج ۲ ص ۱۰۲ یہ زیادہ تاکید پر محمول ہے جواز عمل کے لیے شرط نہیں اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ لفظ ''جماعت متعددون'' ہی مقصود ہے یہاں پر' تو ہم کہتے ہیں لغت اور شرع میں لفظ جماعت کا اطلاق دو یا دو سے زیادہ پر ہوتا ہے' پس جب یہ جمع کے صیغہ کے ساتھ ہو اور جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں تو لفظ جماعات چھ افراد پر صادق آئے گا- جیسا کہ یہ مخفی نہیں ہے تو استفاضہ چھ افراد سے ثابت ہو جائے گا- اس کی تائید ہندوستان کے مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ قدس اللہ سرہ کی ''**البیان الکافی فی الخبر التلغرافی**'' سے ہوتی ہے اس کی تصحیح وتصویب بھی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ نے فرمائی ہے- فرمایا کہ مناسب ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے لیکن دل جس بات سے مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی عدد معین نہ کیا جائے- بلکہ جب حاکم کو یا ثقہ عالم کو اطمینان ہو جائے تو اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز ہوگا- اور جو استفاضہ کے بارے جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ استفاضہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ خبر دینے والے مختلف جگہوں سے ہوں بلکہ ایک جگہ سے اگر ایک جماعت آ جائے جہاں انھوں نے چاند دیکھا ہو تو یہ کافی ہے- خبر متواتر کے لیے بھی اماکن مختلفہ کی شرط نہیں ہے تو استفاضہ جو متواتر سے کم ہے کے لیے کیونکر شرط ہوگی-

صدر الشریعہ نے توضیح میں متواتر کے بیان میں کہا ہے- متواتر وہ ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں اتنے ہوں جن کی گنتی مشکل ہو اور جھوٹ پر ان کی موافقت بھی ناممکن ہو بوجہ ان کی کثرت عدالت اور بوجہ ان کے

اماکن مختلفہ کے علامہ نے تلویح میں اس کی شرح میں فرمایا' عدالت اور اماکن مختلفہ کا تذکرہ جھوٹ پر عدم موافقت کی تاکید ہے تواتر کے لیے شرط نہیں یہ بات شمس الائمہ الحلوانی کی عبارت سے سمجھی جاتی ہے جس کو شامی نے نقل کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ''خبر جب مشہور ہو جائے اور دوسرے شہر میں بھی اس کا تحقق ہو جائے تو ان پر بھی ان شہروں کا حکم لازم ہو جائے گا اور اسی طرح رحمتی کی عبارت بھی جو ''ان تاتی من تلک البلدۃ الخ'' ہے۔ ہذہ اور تلک اسماء اشارہ جن کا موضوع لہ خاص ہے جیسا کہ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر واضح ہے۔

(۸) اگر حاکم یا ثقہ عالم نے ایک کے قول یا اس کے خط پر فیصلہ دے دیا اور لوگوں نے تیس روزے مکمل کر لیے اگر آسمان میں ابر وغیرہ کی علت ہو تو بالاتفاق افطار جائز ہے اور اگر آسمان صاف ہو تو شیخین کے نزدیک افطار جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ شامی نے ج ۲ ص ۱۰۲ پر ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر افطار کا چاند ابر آلود ہو جائے تو بالاتفاق افطار جائز ہے۔ مصنف نے جو امام محمد کا اختلاف نقل کیا ہے چاند کے ابر آلود ہونے میں یہ اس کا استدراک ذخیرہ میں بھی یہ بالصراحت ہے اور المعراج میں المجتبیٰ سے منقول ہے کہ اس موقعہ پر افطار بالاتفاق جائز ہے۔ اختلاف اس صورت میں ہے جب آبر وغیرہ نہ ہو اور چاند بھی نظر نہ آئے تو اس صورت میں شیخین کے نزدیک افطار جائز نہیں اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ شمس الائمہ حلوانی اور الشرنبلالی نے الامداد میں تحریر کیا ہے۔ غایۃ البیان نے کہا کہ امام محمد کے قول کی وجہ یہ ہے کہ افطار ابتداء بھی قول واحد سے بناء اور تبعاً ثابت ہوتا ہے کتنی ایسی چیزیں ہیں جو ضمناً تو ثابت ہو جاتی ہیں لیکن قصداً نہیں ص ۱۰۳ پس آسمان کے صاف ہونے کی صورت میں شیخین کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے اور بادل وغیرہ کی صورت میں افطار جائز اس لیے کہ ثبوت فطر کے لیے اگر چہ یہ لازم ہے کہ وہ بغیر دو گواہوں کی شہادت کے نہ ہو' اس لیے کہ یہ فیصلہ کے زمرے میں شامل ہے لیکن یہاں پر جب ثبوت حکم ضمناً ہوتا ہے تو اس میں ایک شاہد کا قول کافی ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے درمختار کے قول کے ذیل میں لکھا ہے دخول شہر رمضان کا ثبوت ضمناً ہوتا ہے اس کی نظیر جیسا کہ ہم ذکر کریں گے کہ جب رمضان کی گنتی تیس دن پوری ہو جائے اور علت کی وجہ سے عیدالفطر کا چاند نظر نہ آئے تو بھی افطار کرنا جائز ہو جاتا ہے اگر چہ رمضان کا ثبوت ایک شخص کی شہادت سے ہوا ہو اس لیے کہ افطار تبعاً ثابت ہے اس لیے کہ قصداً عدد اور عدالت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا۔

(۹) صوم وافطار میں فاسق کی خبر غیر مقبول ہے قاضی پر واجب ہے کہ وہ فاسق کی خبر قبول نہ کرے فاسق کی خبر کی بنیاد پر اگر وہ فیصلہ صادر کر دے تو گناہگار ہو گا۔ اس کے باوجود بھی اگر اس نے قبول کر کے فیصلہ صادر کر دیا تو اس کا حکم نافذ ہو گا اور تمام مسلمانوں پر عمل کرنا لازم ہو گا۔ فتاویٰ ہندیہ میں کہا ہے کہ اگر فاسق نے شہادت

دی اور امام نے قبول کر کے لوگوں کو روزے کا حکم دے دیا اس شہر کے کسی ایک فرد نے بھی افطار کر لیا یا اس نے کر لیا تو عام مشائخ کا قول ہے کہ اس پر کفارہ لازم ہے (خلاصہ ج ۱ باب رویۃ الہلال کتاب الصوم) در مختار میں ہے کیا اس کے لیے جائز ہے کہ فسق کا علم ہوتے ہوئے بھی وہ شہادت دے البزازی نے کہا ہاں اس لیے کہ قاضی بہت دفعہ قبول بھی کر لیتا ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے فرمایا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اس جیسے مسائل میں عدالت کی شرط سے اکثر اعمال میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔خصوصاً رمضان کے معاملہ میں زیادہ مناسب یہ ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق دیا جائے کہ شاید اگر صاحب مروۃ ہو اور غالب گمان اس کے سچے ہونے کا ہو تو اس کا قول قبول کیا جائے گا تا کہ روزے کے معاملہ میں خلل نہ واقع ہو' مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمہ اللہ نے اس جیسے سوال کے جواب میں فرمایا اگر شاہد کی سچائی کے قرائن واضح ہو جائیں قاضی کے سامنے تو اس کی شہادت قبول کرنے کی گنجائش ہے۔اور اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے مطابق عالم فیصلہ کرے۔ان عبارات سے واضح ہوا کہ قاضی پر انتہائی درجہ کی احتیاط لازم ہے لیکن فاسق کی شہادت قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں کے لیے اس کے حکم کی مخالفت جائز نہیں ہے تا کہ لوگوں کا شیرازہ نہ بکھرے اس لیے کہ جس نے یہ فیصلہ کیا وہ اس کا ضامن ہے جو لازم کیا ہے اس کا مسئول ہوگا۔ واللہ اعلم

محمد شریف ہزاروی

۱-۱۰-۲۰۰۲